

اردو میں

شعری زبان کی اصلاح کی کوششیں

(ایک جائزہ)

ڈاکٹر منظر اعظمی

اُردو میں

# شعری زبان کی اصلاح کی کوششیں

— ایک جائزہ —



ڈاکٹر منتظر اعظمی

## (بحرِ احقیق بحق مصنف محفوظ ہیں)

یہ کتاب اتر پردیش اُردو اکادمی کے مالی تعاون سے شائع ہوئی۔  
اس کتاب کے متعدد جات سے اکادمی کا استفادہ ہونا ضروری نہیں۔

کتاب — اُردو میں شعری زبان کی اصلاح کی کوششیں۔ ایک جائزہ  
مصنف و ناشر — ڈاکٹر مظفر اعظمی  
مطبع — نشاط آف پریس، ناٹھ فیض آباد (پہلی)  
سہ اشاعت — جولائی ۱۹۶۱ء  
قیمت — پچیس روپے  
تعداد اشاعت — پچھتر سو

## ملنے کے پتے

- ۱۔ ڈاکٹر مظفر اعظمی شعبہ اُردو، جسون پوزیٹیوی جسون ٹوی ۱۸۰۰۰۱
- ۲۔ ناشر، بک ڈپو، ناٹھ فیض آباد، دہلی، ۲۲۳۱۹۰
- ۳۔ انجمن ترقی اُردو، راجدھانی، راجدھانی، راجدھانی، راجدھانی، راجدھانی
- ۴۔ مکتبہ جامعہ لکھنؤ، اُردو بازار جامع مسجد دہلی

## (بجلی حقوقی بحق مصنف محفوظ ہیں)

یہ کتاب از پریش اردو اکادمی کے مالی تعاون سے شائع ہوئی۔  
اس کتاب کے مصدراجہات سے اکادمی کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

کتاب ————— اردو میں شعری زبان کی اصلاح کی کوششیں۔ ایک جائزہ  
مصنف و ناشر ————— ڈاکٹر منظر اعظمی  
مطبع ————— نشاط آفس پریس ٹائٹھ فیض آباد (پو۔ پی)  
سنہ اشاعت ————— جولائی ۱۹۸۹ء  
قیمت ————— پچھتیس روپے  
تعداد اشاعت ————— پچھ سو

## ===== ملنے کے پتے =====

- ۱۔ ڈاکٹر منظر اعظمی شعبہ اردو جموں یونیورسٹی جموں ٹوی (۱۸۰۰۰۱)
- ۲۔ ڈاکٹر بکھو پٹا تائٹھ فیض آباد (پو۔ پی) ۱۷۵۱۹۰
- ۳۔ انجمن ترقی اردو (بہار) اردو گھر، راکھو ایجو، شی دہلی ۲۰
- ۴۔ مکتبہ جامعہ لٹریچر، اردو بازار جامع مسجد دہلی ۲۰



# فہرست مضامین

|     |                                |
|-----|--------------------------------|
| ۵   | حرفے چند                       |
| ۷   | شعری زبان کی اصلاح کا آغاز     |
| ۱۴  | اصلاح زبان کی باقاعدہ کوششیں   |
| ۲۵  | ناسخ اور اصلاح زبان            |
| ۳۲  | دہستان ناسخ                    |
| ۳۳  | ناسخ کا شعری اسلوب             |
| ۳۷  | عہد ناسخ میں تبدیلی زبان       |
| ۴۵  | شاگردان ناسخ کی خدمات          |
| ۴۵  | میر علی اوسط رشک               |
| ۴۷  | شیخ امداد علی بکھر             |
| ۵۰  | نادر اور ان کی تخلیق معلا      |
| ۵۳  | میر عشق اور اصلاح زبان         |
| ۵۶  | صحبت زبان اور متروکات کا مسئلہ |
| ۵۸  | صحبت الفاظ اور استعمال عام     |
| ۶۹  | بحث متروکات                    |
| ۹۱  | ہدایت منظوم                    |
| ۹۳  | ادبی معرکے اور سانی جہت پیش    |
| ۱۱۸ | کتابیات                        |

## حرفے چند

زبان خصوصاً شعری زبان کی اصلاح کا مسئلہ وقت طلب بھی ہے اور دیر طلب بھی۔ وقت طلب یوں کہ اس ضمن میں عوام اور خواص میں ایک لسانی رابطہ ضروری ہے جو عموماً نہیں ہوتا اور دیر طلب یوں کہ یہ اصلاحات فوراً ہی مروج نہیں ہو جاتیں بلکہ ان کو جڑ پکڑنے اور قبولِ عام کی سند حاصل کرنے میں وقت لگتا ہے۔ ابتدا میں زبانیں اپنی اٹھان اور دوسری مختلف زبانوں اور بولیوں کے مترتب ہونے والے اثرات کے سبب کوئی خاص شکل اختیار نہیں کر پاتیں۔ یہاں تک کہ مستند اور با اثر اہل علم اور اہل زبان تراش خراش اور ترک و اختیار کے ذریعے اس کو ایک خاص رنگ و روپ اور نہج دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو زبانیں خود اپنے سفر ارتقا کے سبب تبدیلیاں قبول کر رہی ہیں اور کچھ خواص کی تراش خراش اور ترک اختیار کے سبب بدلتی ہیں۔ مگر اس پورے عمل ارتقا میں توازن و اعتدال کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ قواعد و ضوابط معیار بندی کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ مگر اگر زبان کے ارتقا کے اپنے مستمر قاعدوں خصوصاً چلن کو ذہن میں نہ رکھا جائے اور قواعد پر سختی سے اصرار کیا جائے تو زبانیں پھینکنے کے بجائے سکڑنے لگتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ زبانیں عوام سے بنتی ہیں اور خواص ان کی تراش خراش اور معیار بندی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ یہی وہ رابطہ باہم ہے جس کا خیال نہ رکھنے کے سبب زبانیں محدود و محدودہ فاصلہ پڑھنے کے سبب مردہ بھی ہو سکتی ہیں۔

اردو زبان خصوصاً شعری زبان کی اصلاح مرحلہ وار ہوتی ہے۔ ابتدا میں اس کو ایک خاص رنگ دینے کی کوشش کی گئی اور چونکہ زبان تشکیل کے مراحل میں تھی اس لیے پختہ بڑی حد تک کامیاب ہوئی۔ لیکن دوسرے رنگ کی بھی تہریں اٹھتی رہی اور پھر یہ بھی نہیں تھا کہ ساری اصلاحات فوراً ہی قبول کر لی گئی ہوں یا تمام اصلاحات کا علم بھی کو ہو گیا ہو۔

اس لیے متکات بھی خاصی مدت تک مروج رہیں۔ اس کے علاوہ اردو شعر ابھی اپنے ہر طرح کے خیالات اور احساسات کے اظہار اور شعر کو خوبصورت اور پرنایئر بنانے کے لیے جس لفظ کو مناسب سمجھتے استعمال کرتے رہے۔ اس طرح اردو نے اپنا سانی سفر جاری رکھا۔ آہستہ آہستہ ہی تبدیلیاں صوری اور صنفی سطح پر خود بخود پیدا ہوئیں اور کچھ تبدیلیوں کے لیے ممتاز شعر اہل علم نے باقاعدہ کوششیں کیں۔ ان کوششوں کے ضمن میں اختلافات بھی سامنے آئے۔ مباحثے اور معرکے بھی ہوئے۔ استاد شاگرد اور شاہدوں کے اداروں نے بھی حصہ لیا۔ باغداد کا اردو دہن حکم آیا اور یہ ایک مستقل اور خوبصورت ترقی یافتہ اور مالا مال زبان کی حیثیت سے جانی جانے لگی۔

وکی دکنی نے اردو کے ابتدائی رنگ سے لے کر نئی سے قریب لانے کی جو کوشش کی وہ خالص سانی اصلاح سے زیادہ ایک خاص رنگ کی تشکیل و توسیع کی کوشش تھی۔ مگر بالواسطہ اس میں شعری اصلاح کا بھی انداز تھا۔

اس لیے شعری زبان کی اصلاح کی ابتدا نو دہائی سے ہوئی۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی ہندی اور فارسی ہایتوں کی شکست اور ایک دوسرے سے جدا ہونے کی کوششوں کا سرِ غ ملتا ہے مگر باقاعدہ کوشش حاتم ہی سے ہوتی ہے۔ جو مرحلہ بہ مرحلہ ہوتی ہوئی شاگردانِ تاج کے شاگردوں کے عہد میں خاصے پرچش طریقے سے مکمل ہوتی ہے۔ آئندہ اوراق میں ان تمام کوششوں اور ان کے ملکہ و مبالغہ کا ایک جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہو۔ کوشش میں غلطیوں کے موجودگی کے امکان اور اختلاف کی گنجائش سے انکار نہیں۔ میں نے اس میں اپنی ڈی۔ لٹ کی تھیں ملحد کے ادبی ارتقا میں تحریکوں اور رجحانوں کا حصہ سے بھی کہ حصہ جو دلی، حاتم، میوٹرا اور تاج سے متعلق ہے نظر ثانی کے بعد شامل کر رہا ہے۔ میں جناب شیدائیں خلی صاحب کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے صرف اس موضوع پر میری بے بقاعیت کے باوجود لکھنے کے لیے جھل افرامی کی جگہ بعض کتابوں کی نشاندہی بھی کی اور خود بھی حطائیں۔ اس کتاب کے پچھلے پڑھنے وقت ملکہ ہاکر ملکہ انشا، شعر کی کتابت اور بیجا گراف کی ترتیب وغیرہ کے ضمن میں بھی بہت سی کمیاں درگئی ہیں۔ بحث کے پہلو بھی نقشہ ہیں۔ انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں ان کمیوں کی کوئی کی کوشش کی جائے گی اس تسلی کے لیے بھی محنت خواہ ہوں۔ یو۔ پی۔ اردو اکٹہ میں لکھنؤ کا جس شکر گزار ہوں جس کی مالی اعانت سے کتاب چھپ رہی ہے۔

منظرِ اعظمی  
اردو جی شہید

# ”شعری زبان کی اصلاح کا آغاز“

اردو کی ابتدائی شعری شکل پرہندی یا بھاشائی روایات کی پرچھائیاں بڑی تیزی سے پڑ رہی تھیں کہ فارسی روایات نے بھی اپنا اثر بڑھانا شروع کر دیا یہاں تک کہ سترھویں صدی کے نصف اول ہی سے ہندی اور فارسی روایات کی کشمکش نظر آتی شروع ہو جاتی ہے۔ دکنی شاعر عیدل کی ”ابراہیم نلمہ (۱۷۰۳ء)“ وہ پہلی تصنیف ہے جس میں ہندی روایات کے برعکس فارسی روایات کا غلبہ نظر آتا ہے۔ حسین ذو قی کی ”صال العاشقین“ بھی اس لحاظ سے اہم ہے کہ دکنی اردو پر فارسی ترکیب، لہجہ وانگ اور فارسی شعر و بیانیہ کے صحیح تلفظ کے ساتھ استعمال نے اس کی زبان کو نکھار دیا ہے۔ دلی سے پہلے کی غزلوں، مثنویوں یہاں تک کہ مرثیوں میں بھی بھاشائی پس منظر کا رنگ جگہ جگہ نظر آتا ہے۔ یہاں تک کہ دلی کے ابتدائی کلام میں بھی یہ اثرات ملتے ہیں۔ مگر جب سے دلی نے فارسی سے استفادے کا عمل شروع کیا اس کی غزلوں کا رنگ ہی کچھ اور ہو گیا۔

## اصلاح زبان کی ابتدائی کوشش

دلی نے جب <sup>۱۱۱۱</sup>۱۱۱۱ء میں اپنے دوست سید الہامی کے ساتھ دلی کا سفر کیا تو انھوں نے اپنے پیر شاہ سید اللہ گلشن سے بھی ملاقات کی۔ شاہ گلشن شیخ عبدالاحد سرہندی معروف بہ شاہ گل کے مرید تھے اور یہ مجدد الف ثانی کے پوتے تھے۔ شاہ گلشن نے اپنا تخلص گلشن اپنے پیر شاہ گل ہی کی مناسبت سے رکھا تھا۔ شاہ گلشن مجددی تحریک کے ورثہ دار تھے۔ اس لیے جب انھوں نے دلی کو مشرودہ دیا کہ ”اے ہمدردین فارسی کہ بے کار افتادہ اند، در ریختہ خود بکار ببر۔ از تو کہ محاسبہ غولہ گرفت معاً اور بقول قدرت اللہ شوق بہ الفاظ کہے کہ“ شاہانِ دکنی داگذاشتہ ریختہ رامواجی رودھے“ ملاقات الشہر مرثیہ گو اگر محمد الہی ص ۹۱

معلیٰ شاہجہاں آباد موزوں بکنید کرتا موجب شہرت و درواج قبول خاطر صاحب طبعان عالی مزاج گردہ علاقوں کے ذہن میں مجددی تحریک کی خصوصیات بھی ہوں گی اور لسانی تطہیر کے قریب دو کو بجا شافی رنگ اور تہذیبی پس منظر سے نکال کر فارسی دھنگ اور بھی اسلامی حسن کے قریب بھی لانا چاہتے ہوں گے اور صاحب طبعان عالی مزاج کے شاہان شای بھی بنانا چاہتے ہوں گے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کا خیال ہے کہ چونکہ شمالی ہند کا تخلیقی ذہن اس وقت ایک شدید اند کوئی کشمکش کا شکار تھا۔ وہ فارسی کو ذریعہ اظہار کے طور پر باقی تو رکھنا چاہتا تھا لیکن یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ فارسی میں اس کی تخلیقی قوتوں اور صلاحیتوں کا اظہار بہت دشوار ہے۔ اس صورتحال میں جب ولی نے دکن کی ادبی روایات کو فارسی روایات کے غالب میں ڈھالا تو ایک ایسی روشنی پیدا ہوئی کہ شمال کے اہل کمال بھی فارسی کو چھوڑ کر اسی کی طرف لپکے۔ ولی کی شاعری کے اس نئے دنگ و روپ نے ایک وقت تخلیقی ذہنوں کی اس خواہش کو بھی تسودہ کر دیا کہ وہ فارسی کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے اور اس دشواری کو بھی وہ دیکر دیا کہ تخلیقی قوتوں کا اظہار فارسی میں ان کے لیے بہت دشوار ہو گیا تھا۔

گویا اس فاجبت کی تحریک کے مقاصد کی تین سطیں تھیں۔ پہلا مقصد مجددی تحریک کے حوالے سے لسانی تطہیر کے ذریعے اس جہد کے اثرات کی مدھی اور تہذیبی روایتوں سے اس کو جوڑنا تھا دوسرا صاحب طبعان عالی مزاج کے معیار کے مطابق بنانا تھا۔ اس لیے کہ اس وقت یہ زبان عوامی مقبولیت کے سبب عوامی لب و لہجہ اور رنگ و آہنگ سے مناثر تھی۔ سچی وہ ذہن تھا جو طریقہ واسطہ قدماء سے انحراف برداشت نہ کر پانا تھا اور عوامی زبان میں گشت کرنا، روشنی شرفاء کے خلاف سمجھتا تھا۔ اور تیسرا یہ کہ تخلیقی قوتوں اور صلاحیتوں کے اظہار کے لئے فارسی سے اجالہ کران گھر اور دو کو تلاش خراش کر ایک ایسا نورانی پیکر بنانا تھا جو فارسی کی ہمسری کر سکے۔ اس میں بالواسطہ اردو کی وسعت اور پھیلاؤ کا تصور بھی پوشیدہ تھا۔ ان مقاصد کے ساتھ اس تحریک کی ابتدا ہوتی یہ مگر اردو کا بجا شافی رنگ کچھ کم چوکھا نہیں تھا۔ اس پر غصہ یہ ہوا کہ اظہاریوں صلی کے لہو کے شعرا ہندی کے زیر اثر اہل علم کوئی کے چکر میں پھنس گئے

علا طبعات شعرا مشہد تین نہ کوئے رتبہ شاہ احمد خانی ص ۶

۱۰۰ تذکرۂ ادب اردو جلد اول از جمیل جالبی ص ۱۰۰



اور ایک ربع صدی سے بھی زیادہ مدت تک اسی سلسلے میں سرگرداں رہے ہیں۔ ایہام گوئی کی حالت کے سلسلے میں مرزا مظہر جان جاناں اور ان کے شاگردوں کو خاصی حد درجہ گرفتاری۔ مرزا مظہر باغی اور بلا واسطہ مجددی تحریک سے متعلق تھے۔ اسی کے شاگرد رشید اعظم ہاشم خاں بیجاپور مجدد ثانی کے خاندان سے تھے۔ اردو کا اس وقت کا رنگ مرزا مظہر کی نفاست اور اشتراکیت سے میل نہ کھاتا تھا۔ خود اس عہد کے دوسرے اہل علم بھی ریختہ کو پائیدار اعتبار سے مانتے سمجھتے تھے۔ اسی لیے وہ اردو میں محض تفتن طبع کے لیے کچھ کہہ لیتے تھے۔ اعجاز خیال کا اصل ذریعہ نوافرانی ہی تھی۔ مگر جب فارسی کے اساتذہ نے ان کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ تحقیر کی تو ان کے لیے کئی چارہ نہیں تھا کہ اس زبان پر رتبہ کے مرتبہ کو بلند کر کے اس کو اعجاز خیال کا وسیلہ بنائیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب مرزا مظہر نے اردو میں شعر کہنے کی ابتدا کی تو ان کے مرید تلباں نے ان کو منع کیا کہ یہ ان کی شکست سے دوں مرتبہ تھی۔ اسی سبب سے مرزا مظہر اور ان کے شاگرد خان آرزو اور ان کے دامن علم سے وابستہ شاعر اور دوسرے صاحب طبعان حالی مزاج نے ایہام گوئی کی مخالفت کی اور چونکہ شاہ سعد اللہ گلشن کے شعور کے بعد دلی کے یہاں شری طوط پر یہ روشنی موجود تھی۔ اس لیے اصلاح زبان کے لیے راستہ ہموار ہو گیا۔

اصلاح زبان میں دلی کی کا حقہ | دلی نے غزل کی زبان کو جب مناسب فارسی ترکیب پہنچا اور آہنگ کے ساتھ آہستہ کر کے اپنے خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا تو کئی خلاف ادب اور عیوب کا اظہار عشق کرنے والا انداز دب گیا اور اس میں زندگی کے ہر رنگ کے تجربات کی ادنیٰ کی فصاحت پیدا ہو گئی۔ دلی کے اشعار کے سلسلے میں سفیر ہلکاری نے تین قسم کی ہیں۔ پہلی وہ جس میں خالص دکنی یا گجراتی کے اقراٹ نہیں ہیں۔ دوسری وہ جو حقوڑی سمجھائی سے اس وقت کی زبان بن سکتی ہے اور تیسری وہ جو اس وقت کی نہیں آج کی زبان معلوم ہوتی ہے۔

مثلاً

یوسفزہ شوخ ساری نہیں + استو ہے سحر ساری کا

توں سروں قدم ملک جھلک میں + گویا ہے قصیدہ انوری کا

عہد ملاحظہ ہوا دلی کا دبستان شاعری، از ڈاکٹر فردوس الحسن، ۱۹۹۱ء

و ترانہ مصرع برجستہ دیوان خوبی ہے : تری یو بیت ابرو شعر دستا ہے ہلائی کا  
و تجھ لب کی صفت لعل بدخشاں سوں کہوں گا

جادو ہیں ترے مین غزالاں سوں کہوں گا  
دی حق نے تجھے بارشہی حسن نگر کی

جا کشور ابراں میں سلیمان سوں کہوں گا  
و کتاب بن کبیر مکہ صفا تیرا صفا کستا : تیرے ابرو کے دو مصرع ہیں اسکا ابتدا کستا  
و ترے لب میں بظاہر عرض کو زخیر خوبی : یہ خال عزیز تیں پر ہلال آسکھڑا کستا

و دیکھنا ہر صبح تجھ دھند کا : ہے مطالعہ مطلع انوار کا  
و معنی کے جوہر میں ہے بیل معانی : تجھ گل بدن کے دیکھے تجھیں خیل ہکا

و دیکھ لے اہل نظر بزمِ خط میں لب لعل : رنگ یا قوت چھپے خطِ بجان میں آ  
و چشمِ زاب بظاہر میں کید ہے حاصل : یوسف حسن ترے سپاہ زرخدان میں آ

اسی شعر سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ فارسی ترکیب، تعلیم اور استادوں کا استعمال  
سے ہو موضوع، ہیئت اور اسلوب ہر اعتبار سے اردو غزل فارسی کے ہم رتبہ ہوتی جا رہی تھی۔ دلی اردو  
غزل کے اسی لیے باوا آدم نہیں کر ان سے پہلے کوئی غزل گو با صاحب دیوان شاعر نہیں تھا بلکہ اس  
لیے ہیں کہ دلی نے اردو غزل کو جو ایک خوبصورت رنگ، ایک دلنشیں آہنگ اور ایک دلکش  
لب و لہجہ بخشا وہی اردو غزل کی پہچان بن گئی۔ بلاشبہ میں اس رنگ و روغن کے ساتھ جب ان  
کا دیوان دلی پہنچا تو صرف دلی کی جگہ اس انداز اور لب و لہجے کی دھوم مچ گئی۔

دلی نے صرف فارسی کی زمیں اپنائیں بلکہ فارسی کے متعدد شاعر کا ترجمہ اردو میں کیا اور  
بہت سی فارسی ترکیبوں اور محاوروں کو اردو کے قالب میں ڈھال کر زبانی کو زیادہ صاف اور  
شستہ کیا۔ اس سلسلے میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

امیر خسرو کی مشہور غزل کا مطلع ہے ۔

و جان ز تن بردی و در جانی ہنوز ۛ دہا دادی و در مانی ہنوز  
وئی کہتے ہیں

و تو ہے رشک ماہ کنعانی ہنوز ۛ تجھ کو ہے خواب میں سلطان ہنوز  
نظری کا مطلع ہے ۔

و چہ خوش است او و بکدل حرفہ ز کرنہ ۛ سخن ہفتہ گشت ، نگہ دراز کردن  
اس زمین میں وئی کا مطلع ہے ۔

و ہے ناز میں صنم کا زلفاں دراز کرنا ۛ فنہ کا عاشقاں پر دروازہ باز کرنا  
نظری کا شعر ہے ۔

و نہ چاہا گرفتہ جا بیاں جان شیریں ۛ کہ توں ترا و جاں راز ہم اسناد کردن  
وئی کہتے ہیں کہ ۔

و ایسا ہے اگر تیرا خیال جیو میں ۛ مشکل ہے جیو میں تجھ کو بے اسناد کلام  
امیر خسرو کے اس شعر کو کہ

و از سر بالین من بر خیزے اداں لبیب ۛ در دامن عشق ما دار و بجز دیوار نیست  
وئی نے اس طرح پیش کیا کہ

و مجھ در دم دورانہ کرو تم حکیم کا ، بن وصل میں علاج ہم کے بنیم کا  
خواجہ حافظ کا شعر ہے ۔ ۛ اب و رنگ و خال و خطیر حاجت روئے زیبا را  
وئی نے اس کو یوں اپنایا کہ ۛ لباس خوب کی حاجت ہمیں حق کے سوا ہے کو  
نظری کا شعر ہے

و تحقیق عالی مازنگہ می توں خسود ۛ حرفے ز حال خویش برہا نوشتہ ایم  
وئی نے اس کو یوں بیان کیا ۔

و بتیم نے خدمت کی میری طرف آج ۛ یہ نقش قدم منو بسا پہ لکھا ہیں خط

ط شعر الہند حصہ اول ص ۲۸ - ۲۹ ، ط شعر الہند حصہ دوم ص ۱۳۰



اسی طرح انھوں نے فارسی محاوروں کے ترجمے بھی کیے۔ مثلاً

|                         |             |
|-------------------------|-------------|
| دل بستن = دل باز ہونا   | دل باز ہونا |
| خوش آمدن = خوش آنا      | خوش آنا     |
| دم زدن = دم مارنا       | دم مارنا    |
| داسی گرفتن = داسی پکڑنا | داسی پکڑنا  |
| شیوہ گرفتن = شیوہ لینا  | شیوہ لینا   |
| دوا کشنی = دوا رکھنا    | دوا رکھنا   |
| آب کردن = آب کرنا       | آب کرنا     |
| نماز کردن = نماز کرنا   | نماز کرنا   |
| گرم شدن = گرم ہونا      | گرم ہونا    |
| عادت بودن = عادت ہونا   | عادت ہونا   |
| حب گرفتن = حساب لینا    | حساب لینا   |
| تماشا کردن = تماشا کرنا | تماشا کرنا  |
| کمر بنی = کمر باندھنا   | کمر باندھنا |
| جا کردن = جا کرنا       | جا کرنا     |
| چشم داشتن = چشم رکھنا   | چشم رکھنا   |
| جفا کشیدن = جفا کھینچنا | جفا کھینچنا |
| بتگ شدن = بتگ ہونا      | بتگ ہونا    |

ڈاکٹر محمد ستار صدیقی مرحوم نے ایک مضمون "دلی کی زبان میں اردو بھی بہت سے فارسی محاوروں کے ترجمے، اور فارسی تراکیب کے استعمال کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً

قول دادن = قول دینا، بھاماندن = بھالہنا، گوش کردن = گوش کرنا

بسنی سننا، تیغ خاندن = تیغ چارنا، طرز گرفتن = طرز لینا وغیرہ۔ اور فارسی تراکیب مثلاً

سامان طوائف نیاز، مہر فرمان وفا داری، لذت دشنام، حصار خاموشی، یوسف کنعان ط  
 شمع بزم اہل معنی، رخک بزم گل و ہیرہ اس کے علاوہ بھی بہت سی فارسی ترکیبیں ان  
 کے کلام میں مل جائیں گی۔ شہناشک خوراک و سکوت بے معنی، حسن بختی بیدار، دو چراغ  
 بزم محسوس، ہر وہ شے ساقی مدعا، گو ہر کان جہا، آئینہ معانی نما، نقش مراد آئینہ، پریشانی  
 فردش، آتش سوار، دایہ عاشقی، دیو بیدار، برتیر نور، چراغ گل، سوچ ہستم، درگ بیاقت  
 اسے باعث جمعیت ایام جوانی، ہیرہ۔ فارسی کے اس استفادے نے وکی کے کلام کو چار چاند  
 لگا دیے۔ اس سے ان کے وسعت علم کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ ظاہر عبداللہ صدیقی مرحوم  
 نے صحیح کہا ہے کہ۔ وکی نا شاعر و نقاد اس کے دیوان میں جا بجا ایسے مقام ملتے ہیں جن سے یہ  
 معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے اہل علم میں سے تھا۔ وکی نظم و نثر کے شہکار ہی اس  
 کے مطالعے میں نہ رہے تھے بلکہ علوم پر بھی اس کی نظر تھی۔ کلام کے صواب و خطا کو بخوبی  
 جانتا تھا اور یہ بھی سمجھتا تھا کہ غلطوں کے ذریعے ہیرہ ہیرے شرمیں کیونکر جان پڑ جاتی ہے۔  
 فارسی سے استفادے کے ذریعہ اردو کو سنوارنا اور اس کے دامن کو مالا مال کرنے کا  
 حل صرف وکی تک محدود نہیں رہا۔ بلکہ اٹھارویں صدی کی ایہام گوئی کے مخالف شعرا  
 خصوصاً میرزا مظہر میرزا سودا وغیرہ نے اس کو بڑا جاری رکھا۔ ان کے بعد کے زمانے میں  
 بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ زبان کی چھان پٹک، تراش تراش اور قواعد و ضوابط  
 کے ذریعہ اس کا ایک معیار مقرر کرنے کی کوشش کی گئی اس سلسلے میں حاتم ہے شاہ  
 جن جنھوں نے اس نیا چھ غلطیوں کو ترک کر دیا۔ اور غلطوں کے تعلق کا مسئلہ اٹھایا۔ اس کی  
 غلطیاں درست کیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے قافیہ کرنے پر پابندی لگائی۔ ان کی اس کوشش  
 نے استفادے کے ساتھ ساتھ ترک و اختیار کی بھی راہ دکھائی۔

---

ط ملاحظہ ہو وکی کی زبان، از دکتر عبدلہ صدیقی، مشہور رسالہ سعدی، جوانی ۱۳۱۵

# اصلاح زبان کی باقاعدہ کوششیں

شاہ ظہور الدین حاتم | اصلاح زبان خصوصاً شعری زبان کی اصلاح کی کوششوں کے سلسلے میں حاتم کا نام قدر سے لیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ پہلے اصلاح زبان میں جنھوں نے تشکیل زبان کے مختلف مرحلوں میں بنیادیں حصہ لیا یہاں کوئی کے شاعر ہونے کے باوجود اس کی مخالفت میں بھی پیش پیش رہے۔ زیادہ عمر پانے کے سبب زبان کی تراش خراش کے مختلف مرحلوں میں دوسروں کے ساتھ رہے اور اپنے دلچسپی کا سختی سے انتخاب کر کے ان اشعار کو نظری کر دیا جن میں قدامت یا کثرت کا بخوشی۔ گامیال دیا کسی لکھا ہے کہ "آخری دور سے قبل حاتم اپنے دیوان زادہ، کے دیباچے میں جو اشعار نے شاعرانہ میں مرتب کیا کہتے ہیں۔ میں نے تحریر کے لیے وہ زبان اختیار کی ہے جو ہندوستان کے تمام صوبوں میں سہل ہے۔ یعنی ہندی جس کو بھاکا بھی کہتے ہیں کچھ حوام اس کو سمجھتے ہیں اور ساتھ ساتھ خواص میں بھی مقبول ہے۔" ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی نے صیح کہا ہے کہ "اصلاح زبان کے خیال کرنے والوں میں پہلا نمبر شاہ حاتم کہتے تھے۔" جملہ تجاویز، میں اللہ سہی ظلم لکھتے ہیں کہ "شاہ حاتم اپنے آخری زمانے میں اردو زبان کی ہستی کی طرف بھی متوجہ ہوئے تھے اور ہیئت سے غیر مالوس اور غیر فصیح الفاظ ترک کر دیے تھے۔ نہایت متین مہذب بزرگ اور شعرا کے طبقہ دوم میں سر پر آمدہ تھے۔" علامہ برزاقی صاحب سادات بدخاں رنگین، محمد امان نثار اور مکندر سنگھ خاں کے شاگردوں میں سے تھے۔

علامہ شمس الدین عظیمی نے خود حاتم نے دیوان زادہ کا ترتیب کام سال ۱۹۳۹ء میں کیا ہے جو طبع شدہ ہے۔ علامہ نے خطبات گامیال دیا میں اے حالانکہ حاتم لا خود کا قول ہے کہ "زبان چندی بجا کا مملکت کردہ" علامہ دینی کا دیت بن شاعری میں ۱۳۵۰ء میں طبع ہوا ہے۔

خصوصاً سودا پران کو بھی طرز فقار کہا کرتے تھے کہ کچھ رجب شاگرد ہی کن نیست استوار۔  
 فقیر منٹل بزرگ تھے۔ مرزا مظہر جان جاناں کی مجلسوں میں بھی شہ یک رہتے مگر  
 زیادہ تر قلعہ دہلی کے نیچے شاہ تسلیم کے نیچے میں رہا کرتے تھے۔ اور وہیں شعور شاعری  
 کی نشیں جا کرتی تھیں۔ انھوں نے اپنے دیوان زادہ کے مقدمے میں خود ہی  
 پوری تفصیل دی ہے۔ زمانے میں خوش چین محمودان عالم، بہ صورت محتاج، بہ معنی  
 حاتم کہ از سلسلہ تاسیہ کہ چیل سال باشد عمر درین فن حرف کردہ۔ در شعر فارسی  
 پیر مرزا صاحب در ریختہ و فی راستای داند۔ قول کیسے کہ درین فن دیوان ترتیب  
 نموده ادب و فقیر دیوان قدیم پیش از نادر شاہی در بلاد ہندوستان دارد۔ بعد ترتیب  
 آں تا امروز کہ مع عزیز الدین عالم گیر ثانی باشد ہر رب دیباہ کہ از زبان میں ہے  
 زبان برآمدہ و دخل دیوان قدیم نمود کلیات مرتب ساخت۔ نذر ردیف و دوس غزلے  
 و از ہر غزل دوس بیتے و اسے مناقب و مرثیہ و چند خمس، مثنوی و دیوان قدیم نیز داخل  
 نموده۔ بہ دیوان زادہ، مخاطب ساخت و سبغی غزلیات جتہ قسم منقسم یکے طرحی دوم  
 فرمایشی، سوم جوابی تا تفریق زبان معلوم گردد و معاصران فقیر شاہ مبارک آبر و شرف میں  
 مصنف و مرزا جان جاناں مظہر و شیخ حسن الشاہ حسن و میر شاہ کرناجی و غلام مصطفیٰ بیک  
 است و حفظ در و پرواز و الفاظ و افعال و دیگر کہ در دیوان قدیم خود تصدیق و در و درین  
 و لا از دوازده سال اکثر الفاظ را از نظر انداختہ و الفاظ عربی و فارسی کہ قریب اضمح و کثیر الاستعمال  
 باشند و روز مرقہ دہلی کہ مرزا یان ہند و نصیبان رفتہ و کارا رفتہ منظور دارد۔ آگے  
 مرزا لکھے ہیں کہ زبان ہندی بجا کا موقوف کردہ، محض روز مرہ کہ عام فہم و خاص پسند  
 باشد اختیار نموده و شہر انان الفاظ کہ تصدیق دارد بہ بیان می آورد۔ چنانچہ عربی و فارسی  
 شفا تسبیح و تسبیح راضی و دیگر را بگاہ دیوانہ و دوا و دوا و دوا و دوا و دوا و دوا و دوا  
 ساکن و ساکن و متحرک، مرفض، مرفض و لفظ مراد میرا و ازین قبل کہ بر قباحت لازم آید  
 بجائے، سببی یا ادھر را ادھر یا کدھر را کدھر کہ زیادتی حرف باشد، یا بجائے

و دھڑ و سر و مانند آں مگر ہائے ہوز را جلی کردن بالف کذا عالم تا خاص در محاورہ  
 و زندہ۔ بندہ دیں امر بہ مطابقت جمہور مجبوس است۔ چنانچہ بندہ را بندہ و پردہ را پردہ و آں چہ  
 از قبیل ہاشد و این قاعدہ را تا کے شرح وہ۔ مختصر کر لفظ غیر فصیح انشاء اللہ نہ خواہد بود مگر  
 مختصر آید کہ حاتم نے اپنے معاصرین سے آگے بڑھ کر زبان کے حسن اور صوتی مناسبت  
 کا سب سے پہلے احساس کیا اور بعض صورتوں میں مناسب اصلاحیں تجویز کیں۔ مگر یہ  
 حاتم کی اصلاحات مکمل، بھرپور اور پورے طور پر شستہ و رفتہ نہیں تھیں مگر یہی کیا کہ تھا  
 کہ انھوں نے ٹھوس تجاویز مرتب کیں۔ یہی انہیں بلکہ ان پر پہلے خود عمل کیا اور اپنے دیوان  
 کا انتخاب مرتب کیا اور وہ اشعار نظری کر دیے جن میں ان کے اصولوں کے مطابق کوئی  
 مستقیم تھا اور الفاظ کا اسی طرح استعمال کیا جس طرح اسے تجویز کیا۔ مثلاً یہ کہ شاہ آبرو  
 وغیرہ کے یہاں میں اور میں کے قوافی جائز تھے حاتم نے ان کی اصلاح کی جو آج تک قائم  
 ہے۔ حاتم نے بہت سے الفاظ مروجہ میں متحرک کو ساکن اور ساکن کو متحرک کر دیئے کوناہا  
 قرار دیا۔ تسبیح، صبح، بیگانہ اور دیوانہ کو صبح کہا اور جسی، مچی، بگاز اور دوانہ کو غلط قرار دیا۔  
 قافیوں میں رے اور رے کے قافیوں کو غلط ٹھہرایا۔ البتہ ہائے ہوز کے لفظوں کو الف  
 میں بدلنا غلط نہیں سمجھا۔ عربی فارسی کے تمام اوس اور فقیل اور ہندی اور دکنی کے غیر فصیح  
 اور ناگوار لفظوں کو حذف کر کے فارسی کے سوزوں و مناسب اور خوش آہنگ لفظوں کو رواج  
 دینے کی کوشش کی۔ انھوں نے ٹھکانا اور ٹھکانو کی جگہ تھہ کو اور کتس کی جگہ کے پے اور کے  
 واسطے تجویز کیا اور صر، کیدھر، ہستی، بال، دواں اور یہ کونا قابل اعتنا سمجھا اور بہت سے  
 ہندی الفاظ مشقین، جگ اور نت وغیرہ نامناسب کچھ کراہی کا استعمال موقوف کر دیا۔  
 یہ ہگ بات ہے کہ ان میں سے بہت سی تجویزوں پر بعد کے لوگ بھی خاصی حسرت تک  
 عمل نہ کر سکے۔ مگر یہی کیا کہ حاتم نے صوتی آہنگ اور چستی بندش کو نکل میں دکھ  
 کر بعض لفظوں کی کراہت اور بعض کے صحیح اطلاق کی طرف اشارہ کیا۔

ملہ ماخذ از غیر مطبوعہ تصنیف خوارزمی کثر راجع الی قرینتی بعنوان - جہان نامہ - تصانیف محمود درویشی  
 ملہ گزشتہ جزو سنی ص ۱۰۶ - ۱۰۷



کے ذریعے دراج دینے کی کوشش کی وہ ان کا تشکیل زبان کے سلسلے کا اہم حصہ ہے۔  
 مشاعر کے یہاں اس طرح کی ترکیبیں بھرپور عشق، ترک دم دوستی، جرم بخش عاشق  
 غم خوار، پردہ تنہا، پردہ چشم جباب، ہشتم شیر خوش خلات، تختہ عشق طلیاں، لب جوت زرد،  
 چراغ زخم عشق، آبرو بخش صبرِ مرداں، شمع سوز عشق، مثال طائر تصویر، حلقہ چشم غزال  
 سادہ شیشہ دل وغیرہ۔ اس کے علاوہ انھوں نے پوری کوشش کی کہ زبان میں سادگی  
 صفائی، جہشگی اور روانی بھی موجود رہے۔ اس لحاظ سے ان کے یہاں اردو کے مقابلے  
 میں زیادہ یک رنگی ہے۔ ان کے یہاں حسن و عشق کے معاملات کے ساتھ ساتھ درد و رنج  
 قلب کا اظہار بھی سادہ اور موثر ہے۔ نہ مانے کی ترتیب کے پہلو سے چند شعر دیکھیے حاتم  
 کی کوششوں کی افادیت کا اندازہ پہچانے گا اور ان کے یہاں شعری حسن کے ارتقا کا رخ بھی سامنے آجائے  
 گا۔

۱۔ اپنی تجھ سے اب کہتا ہے حاتم میں خانے میں ۲۔ شرم کھنکھراہم کھنکھنایم کھنکھنایم کھنکھنایم  
 ۳۔ مرے رونے سے ناصح (تو ناخوش ہے تو کب باعث ۴۔ طہ لبتا جیدہ پناہ میں واشک نہ اس پناہ (مقتدر)  
 ۵۔ بہا، کچھ کرے ہے جلد جو عاشق کے سنے سے ۶۔ بھر جو مد جفا و ہم تجھ کو کام کیا ہو (مقتدر)  
 ۷۔ نہ کہ عشق میں ہم تنگ و نام بھول گئے ۸۔ جہاں میں کام تھینے تھم بھول گئے (مقتدر)  
 اس طرح حاتم نے پہلی بار لسانی اور عروسی سلیغ پر زبان پر تصنیف کا عمل کیا اور زبان و بیان  
 کے سلسلے میں بہت سے مسائل کا احساس دلایا جس کو برتر در منزل نے کچھ آگے بڑھایا اور کچھ عہد  
 ناصح میں ترک و اختیار کی منزل سے گزرا۔ یہاں تک کہ ان کے شاگردوں اور ان شاگردوں  
 کے شاگردوں نے اس کی تکمیل کی اصطلاح زبان کے سلسلے میں ناصح امدان کے شاگردوں  
 کی کوششوں کا غلط کچھ اس قدر بلند ہوا کہ حاتم کا چراغ اجتہاد باوقار و شہ کی زد میں آگیا۔  
 حالانکہ انھوں نے کوثرِ محسن باطنی جو خیال ناصح بالمش یاد دہانی و موتی کے وقت میں پیدا  
 ہوا مافوقِ زمیں مجبور حقیقی خلد و ذکر و سرچہ فی زبان جویاں میں زور دیا حاتم۔ محروم مولانا آزاد

لاہوری ملی گزہ و پیردشتی ملی گزہ ص ۶ - ۱۶

اور خاصاً ہی جدید و جدید ہو چکا۔ حرف و سہلہ جدیدیں اس میں لایا ہندی۔  
خواص اور عوام دونوں کے لیے ضروری کر دی گئی اور بے چارے شاہ قاتم کی بات اس کے  
منا اور قلم سے نکل کر دیوان زادہ تک محدود رہی۔

میر و مرزا امیر و مرزا کے شعری مرتبے اور ان کی عظمت کو بیان کرنا یہاں مقصود نہیں۔ لیکن  
ان کی عظمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ انھوں نے نہ صرف عہد دلی کے بہت سے لفظوں کو  
تراش کر عمدہ کر بیکار بے شمار فارسی ترکیبوں اور محاوروں کے تنوع اردو میں شامل کر لیے اور  
'بہت سے فارسی شعروں کو اردو کا لباس پہنا کر انھیں اس طرح پیش کیا کہ وہ ترجمہ ہی نہیں معلوم  
ہوتے۔ ان کی ان کوششوں سے اردو ادب میں وسعت، اظہار میں قدرت اور شعور میں  
صفا اور تمازت پیدا ہو گئی۔ انھوں نے لفظوں کے دامن سے قدامت زدگی کا داغ دھو  
کر نیا پیریں چھاکا اور اردو کے لفظی ذخیرے میں تازہ کیے ہوئے صاف ستھرے مال کا اضافہ  
کیا۔ ایک طرح سے یہ لفظوں کے اپنے سفر کی بھی داستانی ہے۔ اگرچہ اصلاح شدہ لفظوں پر  
ان کے عہد میں بھی سختی سے عمل نہ ہو سکا۔ اس لیے کہ یہ بزرگ اپنے شعری خیالات کو پیش کرنے  
کے سلسلے میں جو لفظ جس طرح مناسب سمجھتے استعمال کرتے۔ مگر اصلاح شدہ لفظوں  
کے بھی استعمال سے اس رجحان کا اندازہ ہوتا ہے جو ترقی زبان کے لیے ذہنوں میں پرورش  
پانا رہتا ہے۔ درج ذیل فہرست میں شامل الفاظ و ترکیب جلوہ خضر، شعر الہند اور مکھنوں  
کا دبستان شاعری کی ہی نہایت ہیں جو ایک دوسرے سے اخذ و استفادے کی، اچھی  
مثالیں ہیں۔ انہی میں سے کچھ الفاظ مثلاً یہاں بھی لکھے جاتے ہیں۔

لفظ وقت دلی، تبدیلی میر و مرزا، لفظ وقت دلی، تبدیلی میر و مرزا

|         |             |             |       |
|---------|-------------|-------------|-------|
| کدھی    | کبھی        | بجلی        | بجلی  |
| کدھیں   | کبھی        | ہو، پیا     | مشتوق |
| انکھیاں | آنکھیں      | نمی         | مرح   |
| کدومت   | کومت، نہ کر | شریچن، سامن | مشتوق |

| لفظ وقت دل ، | تبدیلی میر و مرزا ، | لفظ وقت دل ، | ہدی میر و مرزا |
|--------------|---------------------|--------------|----------------|
| بتا          | بتنا                | تجوں         | چھوڑ دوں       |
| اول          | اول                 | تخنا         | تخاری          |
| س            | دل                  | جھٹا         | جھونا          |
| کال          | معیت                | نینا         | چشم            |
| سیا ہوں      | سے                  | جھنوں آگے    | جھنوں کے آگے   |
| یہ           | ایں                 | تاثر کیا     | تاثر کی        |
| جھک          | جھک                 | ج            | جھے            |
| تیں          | کو                  | جن           | جس نے          |
| تا           | نہیں                | جا           | جا کر          |
| اچھن         | ہے                  | دارو         | دوا            |
| نا           | نہ                  | کس           | پاس            |
| نے           | میں                 | سند          | دنیا           |
| برا          | عشق                 | پنیم         | مشتوق          |
| بھینر        | اندرا میں           | چور کچری     | کچری کی چوڑی   |
| کشن          | نیارت دیدار         | گک           | گچری           |
| دجا          | دکسرا               | جگ           | دنیا           |
| موہن         | مشتون               | لگ           | لگ             |
| اتھا         | اتھا                | ماج          | بغیر           |
| نچ           | نہے                 | ماس          | گوشت           |
| ہاٹ          | ہستہ                | دستا         | مانند          |
| ہو           | ہو کر               | نندن         | ہیشہ           |
| دکا          | دکھا                | دس           | دیدار زیارت    |



لفظ وقت دلی ، تبدیلی میر درزا ، لفظ وقت دلی ، تبدیلی میر درزا  
جاری کیا ہیں جاری کیا ہے جس نے دین آئینہ

وغیرہ

افسوس نے جن فدا سی معاصر کا اردو میں ترجمہ کیا وہ بھی دلچسپ ہیں۔ دس سے اردو  
زبان کی تشکیل و توسیع ہوئی اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً برآمدن ، بر آنا ،  
بر آمدن ، بر آنا ، درآمدن ، در آنا ، شیوہ گرفتن ، شیوہ لینا ، عرق عرق شدن ، عرق  
آب آب شدن ، آب آب ہونا ، حرف آمدن ، حرف آنا ، دل خوش شدن ، دل خوش ہونا  
چشک زدن ، چشک زنی کرنا ، پیانہ پر کردن ، پیانہ بھرنے ، دامن افتادن ، دامن  
چھڑا کر چلنا ، جامہ بیروں ملدن ، جامے سے باہر ہونا ، فلکش خبر نہ داشتن ، فلک کو خبر  
نہ ہونا ، دلی از دست رفتن ، ہاتھ سے دل جانا ، دل دادن ، دل دنیا ، زجاں بگزشتن ،  
جان سے جانا ، پوست کشیدن ، کھال اتارنا ، پیانہ پر شدن ، پیانہ پر ہونا ، خک بر سر کردن ،  
سر پر خاک ڈالنا ، جگر کردن ، جگر کرنا ، نمود کردن ، نمود کرنا ، بوی کردن ، بوی کرنا ،  
زنجیر کرنا ، سر پہ دیوار آموں ، دیوار سر پہ آنا ، نماز کردن ، نماز کرنا ، سرخو آردن ،  
سرخو دلا نا ، قدم رنج کردن ، قدم رنج کرنا ، تاب دادن ، تاب دینا ، گوش کردن ، گوش  
کوش مال کردن ، گوش مال کرنا ، داشتدن ، و ہونا ، دماغ شدن ، دماغ ہونا ، زباں  
زبان دوا ز کرنا وغیرہ۔ ان کے استعمال کی چند صورتیں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اس دل کی تھ آہ سے کب تلے بر آئے + بجلی کو دم مردے جس کے خند گئے  
اطمی کو بے طاقت ہے کہ سد صبر آئے + وہ زلف سیہ اپنی اگر نہر پر آئے  
یاد تک نہ دل نہ از خلاق ہو کہ کوئی + سل کر لہو بند سے صف محشر میں آئے

۲۔ ساقی جن میں چھوڑ کے بھڑک کر صبر چلا + پیاز میری عمر کا ظالم تو بھر چلا  
کیا اس جن میں آن کے لے جائے گا کوئی + دامن تو میرے سلسے میں چھا کر چلا  
نکلا پٹے ہے جائے کے کہ ان دنوں قیام + تھوڑے ہی دم دلا ہے ہی انا بھر چلا

و جب نام نہ لہجے تب چشم ہم کوئے + اس طرح سے جیسے کوکباں سے جبر کوئے  
کھٹنے میں توے سٹھکے کی چٹاے گریباں + آگے ترے رخسار کے گلہ رنگ نہاؤئے

و بدوش ہے دلہنوں کی بکس سے سنا کرنا + کوئی خاک سے ہو جس کی دی ادا کرنا  
کوئی عاشق نہاں کی کرے نفل کیا حیثیت + انھیں نہ کرتے پہنا نہیں جی نیاز کرنا  
اسی طرح ہم پہننا طرح کرنا، طرف ہونا، سرزد ہونا، تماشا کرنا، ساز کرنا، تعب کھینچنا، رونا، مٹا کرنا  
سفیدی کرنا، سو کرنا، نیاز کرنا، گرد آنا، تکلیف کرنا، ہر دے کا رونا، غزوہ ہونا، چشم سپہی کی  
نہاں تہہ زبان رکھنا، گردن بال سے باریک تر کرنا، منہ سے دودھ کی بو آنا، ایک نگاہ کو بھی  
دفا کرنا، تر آنا، شرمندہ ہونا، صیغہ آنا وغیرہ معاصر اور فقیرے بھی براہ راست فارسی سے  
ترجمہ ہو کر اردو میں مستعمل ہونے لگے۔

عربی و فارسی الفاظ سے مرکبات بنا کر اردو میں داخل کیے گئے مثلاً تر دہنی، چراغ  
سحری، پندہ دہنی، زبان شبیرہ، آتش زیریا، مئے آتش دیدہ، کشتی چراغ، دہلی کی  
گردن جینا، دست سوسن زبان، سر آزاد، قافلہ گشت گل، تہہ بل، محرک، غبارِ نالوں  
سوج خیز دہر، حلقہ درگوش، ہنگے مرگرم کن، حرف زیری، دل غفراں پناہ، سر بیجیب تفکر،  
صحر صحر وحشت، اغان کشیدہ، خاند بر اندازہ چمن، طوفان بدوش، ساعد و دست غائب  
مشیت جاب جو، ذوی الاحترام، قوم و عدس، مالایہ محل، خجالت زدہ، برق خرمین، صد کہ خور  
نور، یوم الحساب، دل کے قافلہ ماں، جوش شکوہ دست، کچ کاوی، سحر گرداں، حرف ناشنو  
سرکشین، رہ سجاد، آفت دل عاشقان، عظم عالم جنوں، پیش کش سادہ، خود کام، مستحق  
الاحوال، دلائل آخرا لامر، فی القدر، مارع القراع، طغہ پشائی، بے تھا، صفا صفا، ہمدردی  
کن، خاک افادہ و ہلا زہر لب، صد سخن آغوش بخوں، دل گری ایام، شائستہ پرین  
دنیا دنیا نہمت، یک بیاباں بے کسی و تنہائی، دست ز پر زخمتوں، دامن کشیدہ،  
حلقہ درگوش، برق زدہ، خلق بریدہ، آفت رسیدہ، نور سیدہ، گریباں دیدہ، ہلوں چکیدہ،  
ناقامت نہم، جہاں دجیاں غفلت وغیرہ۔

بعض جملہ پورے لے پورے شعرے اور مصرعے داخل زبان ہے۔ مثلاً یہ  
 حرف آواز سے سب نارسیدہ، دل داد و زلف و رخ دل بر نہ دیدہ سر پہ پیش انگشت  
 قابل آغوش ستم دیدگاں، بخت آسان ظلم شعار، دل خویزد یہ وصال دوام، و قیصرہ۔  
 اسی طرح بہت سی ترکیب فارسی الفاظ اور ہندی مصدریوں کے ساتھ ملا کر مستعمل ہونے  
 لگیں مثلاً گزر کرنا، نسبت دینا، اعل کرنا، تولد پانا، نشو و نما دینا، ترضیب دینا، التماس کرنا،  
 شمار کرنا، باد کرنا، ظہور کرنا، تالش کرنا، فیصل کرنا، راہ ہونا، تصور کرنا، حبابہ صفا ہوا  
 بہنا، تلاش کرنا، منت کھینچنا، حیب گند کھٹک کرنا، جستجو کرنا، راہ کھونا، نظر کرنا، لکھنا،  
 شور کرنا، بے قرار ہونا، خوش ہونا، خوشی کرنا وغیرہ۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ ان ترکیبوں کا استعمال  
 کس نے سب سے پہلے کیا۔ لیکن یہ بات طے ہے کہ اسی عہد کے اساتذہ علم و شعر نے  
 کثرت سے فارسی دھڑی سے اخذ و استفادے کا عمل جاری رکھا۔ خاص طور سے دو چیز  
 بڑے شاعر میر و مرزا نے بفتح اور اخذ و استفادے کے اس عمل سے اردو کو کہیں سے  
 کہیں پہنچایا۔ مگر کچھ کیاں اور نقائص پھر بھی باقی رہ گئے جن کو بعد کے معلمین زبان  
 شعر نے دور کیا۔

بہت سے شعر و خصوصاً میر و مرزا نے فارسی کے پورے کچھ شعر کو اردو  
 میں ترجمہ کر کے اپنا جایا۔ مثلاً

• مصلحت نیست کہ پردہ بروں افتد راز • صندھ مغل نذر خبرے نیست کہ نیست (حافظ)  
 راز دیر و دم افتد کریں ہم ہر گز • صندھ کیلچر ہے یا اپنی فقرے باہر اسودا  
 • آمد کو کہ دیر و دم رفت و دگنڈ • باہم از نصیب چوں ہو کہ سو گنڈ (بیدل)  
 ہم خجہ سے کس ہوس کی ظنک جو کریں • دل ہی نہیں با ہے جو کچھ آرزو کریں (داد)  
 • ہزار صحت با بر حدیث زیر لبی است • کہ اہل بزم علم اند کھٹکوعنی است (مرقا)  
 ہر ایک سے کہا جس پر کوئی نہ سمجھا • فائدہ کم سے حال کا نقد عری ہے (میر)  
 • طایع شہرت رسوائی عجز و شست • ورنہ شست کی داد پر دو نیک ہم افتاد (احلم)  
 پیش تو ایک ہی تھا اوس کا ہوا دیکھیں • جہوں کے طامعوں نے شہرت میں بھٹکنا (میر)

• زرق و برق ہر لحاظ کی تحریر • در سند میں دلی اہم وجہات (عمری)  
 جس جاسے سر پا میں نظر آتی ہے اسکے • آئینے مرے جی میں ہیں ہر ہر سو (میر)  
 • ہونے یا نہ ہونے کی سب سے زیادہ آید • سافراں دست بگریڈ کی ناز کا شدم (ظہری)  
 کیفیت چشم اوس کی مجھے یاد ہے سودا • سافراں کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں (سودا)  
 ان لفظوں کے علاوہ جن کی تہرست پہلے گزر چکی ہے کچھ اور لفظوں نے بھی ترقائی  
 شکل اختیار کی مثلاً مکھ، سندھ اتھ بھوں، تھہ ہوں اکوے، کوئی ادیکھ، دیکھ کر غصہ ہونا،  
 غصہ کرنا، اون سوا، اون کے سوا، کیوں، کیونکر آئیں، کیا اتنی سی، جان و دل (اجلے ہلے  
 بنا، بن اکوں، کو انزیک، نرک و نزدیک اسج، سہج اگھا، گھٹنا اسر خریاں ہر خیلو  
 بوجھے، سمجھے ادا ہے طبع رسا، دی ہے طبع رسا، چاند آنکھوں، آلسوا، جی ادوج،  
 دوسرے ہو گئے۔

لیکن اس کے باوجود ان بزرگوں اور ان کے عہد کے دوسرے شعرا کے یہاں سبھی  
 قاعدوں کی پابندی نہیں ملتی۔ اصل میں یہ زبان کا تشکیلی دور تھا اور دوسرے یہ کہان  
 کے سامنے پہلا کام زبان کو وسیع کرنا اور اس کو مختلف النوع خیالات کے اظہار پر قادر کرنا  
 تھا۔ اس لئے ان کے یہاں بعض بے احتیاطیاں ملتی ہیں۔ اور پھر یہ کہ مضمون کو ادا کرنے  
 کی خاطر ان کو جس زبان یا دور کا بھی مستعمل لفظ ملتا انھوں نے اسے بے تکلف باندھ دیا۔  
 مثلاً میر صاحب نے دستخط کو دستخط، قرآن کو قرین، خیال کو خیال، بلید کو بلید، مسجد  
 کو سمیت اور نزدیک کو نزدیک باندھے ہیں کوئی تکلف نہیں کیا۔ ایک لحاظ سے یہ زبان کے  
 فطری اصول کے مطابق تھا۔ اس لیے کہ ان کے استعمال سے جامع مسجد کی برہمچوں والی  
 زبان یعنی مجلس کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس دور میں زبان کی دستنی اور صفائی کا تجربہ کرتے  
 ہوئے ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی لکھتے ہیں کہ۔

• یہ مسلم ہے کہ اس دور میں جتنی کچھ زبان کی دستنی اور صفائی ہوئی اتنی کسی اور دور میں  
 نہیں ہوئی ان مصطلحین نے زبان سازی میں بہت کچھ تراش تراش کی۔ لیکن ایک خاص بات  
 یہ تھی کہ باوجود ان سب فواد کے جو مضمون ان کے خیال میں آتا تھا اس کو باندھنے میں

ان کے اصول ایسے سخت نہیں تھے کہ ان کی وجہ سے روانی کا خون ہو۔ ان کی آزادی اظہار کی صورتیں بہت تھیں۔ مثلاً ① رابطے کا جھوڑ دینا جو غالباً ہندی وہ ہوں اور کہتوں کا اثر تھا ② ہندی یا فارسی الفاظ کو بعض اوقات تخفیف سے باندھا ③ لفظ کے حروف کو بڑھا دینا یا ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن مختلف کو مست مذکور مختلف کر دینا ④ عربی، ہندی یا فارسی الفاظ کو بعض اوقات بگاڑ کر بدھنا تاکہ وزن پیدا ہو جائے۔ ⑤ ثقیل اور غیر ثقیل الفاظ سب کو ملا تعریفی باندھا ⑥ جس لفظ کو ترک کرنا اس کو پھر ضرورت کے وقت استعمال کر لیا ⑦ لغات کی تضحی سے پابندی نہ کرنا۔ مگر یہ حال اصطلاح زبان کے سلسلے میں یہ کیا خاصی مدت تک باقی رہی۔ یہاں تک کہ ناسخ کے شاگردوں اور پیرای کے شاگردوں نے ترک و اختیار کے سلسلے میں تضحی کی۔ اور اس کے لیے مستادی شاگردی کے اداسے کو استعمال کیا۔ تخریر و تقریر کے متعدد دمع کے اور مباحثے ہوئے۔ اہل زبان، امرکز زبان اور دبستانوں کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ مگر یہ کہ اس سے اردو زبان کو خاصا فائدہ پہنچا۔ اس سے افکار نہیں کیا جاسکتا۔ عہد انتہائی تضحی میں بھی کئی ایک لفظوں میں تبدیلی اور متعدد لفظوں، خصوصاً انگریزی لفظوں کا اضافہ ہوا۔ انشاء نے وہ دیکھ لیا کہ لطافت میں زبان اور ترک و اختیار کے متعدد مضابطوں کی نشاندہی کی۔ مگر اس سلسلے جو شہرت ناسخ کو ملی وہ ان کے شاگردوں کو بھی نہیں ملی۔ حالانکہ زبان کے سلسلے میں جو کچھ بھی اصلاحی کوششیں ہوئی وہ ان کے شاگرد دھند ہی کی تھیں۔

جلد ۱ کا دستاویز نامہ ۱۸۸۸ء۔ یہی نکات مختصر لکڑی کے جملہ نسخے کھالے سے شعر ہند میں بھی ملتے ہیں۔

ملاحظہ فرمادیں: شواہد از عبدالسلام ندوی، جلد اول، ۱۳۱۰ھ ص ۲۰۲



## نماذج و اصلاح زبان

شیخ امام عقیلی آخوندی نے شیخ محمد کو حنفیہ کے متبع کہنے سے حرج و مرج مٹانے کے واسطے  
اس تفسیر و اصلاح زبان کے ضروری ہونے کا نام کثرت سے دیا جاتا ہے بلکہ ان کو اس سے کام لے کر دلا بھیجا  
ہے۔ تاہم سب سے پہلے مولانا سید احمد نے تفسیر عبودیت سے حرج و مرج مٹانے کے واسطے اس تفسیر کی بنیاد پر  
تخلص خود را اسم ہاسع انکاشۃ - برہنہ زینتہ گووان سادہ کام دیرمہ قلیل  
فطامین الشہدہ

یہ جو کہہ کر انھیں صحرائیں چھوڑ کر خود معتمدی کے خانہ میں شیعہ امام علیؑ کی مائت پرستیاں چھوڑنے کا حکم دیا ان کے بعد ان کے شاگردوں نے تمام پیغمبروں کی شریعتیں منسوخ کر دیں۔ ۵

خطابِ انجیل اور شریعتِ مسیح کہنے کی بدلت میں اندازے کی گئی ہے وہ خود جنہی کھدی ہے  
 کہ اس طرح زبان سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے تاہم کہ تاج نے شہوانے دی کے پرکھیں یہی وہی کی  
 سادگی اور تاثیر کے برخلاف۔ مضامین نامہ کی کاش خیل بنی۔ حوضِ شمع پر زیادہ زور دیا اور بڑی حد تک  
 قدیم باقدست زور دیا۔ غلط ہے کہ کہہ کر کہ وہ درحقیقت مسلمانوں کے ساتھ ہی تھی بلکہ ترتیب دی جس سے یہ  
 اسلوب میں ایک جہت پیدا ہو گئی۔ جو شہوانے دی کی شریعت کی اور ان کے درجہ مستند کی حکم۔ جمیشت سے خود  
 متنازع اور آزادانہ کا اعلان ہوئی کہ انصارِ مسیح کے ذہن اور ایمان کی فیکس کا سبب تھا اس طرح ہم کی خصوصیات  
 پر مشکو بعد میں کر دی گئی اعلیٰ عرض کرنا ہے کہ تاج کے اس کا نام کے اسلوب زبان نہیں کہہ سکتا۔ بہت  
 دین کی تاج کا ایک کاشش اندازہ در تھا۔ انھوں نے ایک شعر کا اسلوب کو پر شہوانہ انداز سے پیش کیا مگر شریعت  
 کی جہت سے زبان کی ترش خوش کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس مضامین سب سے پہلے میر جگر می نے جین خضری  
 تاج کی اس طرح زبان کی ایک لمبی چوڑی دہرست دی ہے۔ جسک بنیاد پر مولانا آقہ مسلمان مذہب نے شہرہ ہے۔ میں  
 تاج کی اس خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ ہوا ان کے جہ میں زبان نے جو ترقی کی قسم اس کی دہرست بھی نقل کی ہے  
 ان اس خصوصیات میں سے ہلکی خودی تقلید کی ہے۔ یعنی یہ کیلئے انداز کو بہتہ کہتے تھے تاج نے اسے اسلوب  
 شروع کیا۔ دوسرے یہ کہ یہ نقل کو بھی بڑھتے تھے۔ تاج نے فسخ لکھا لکھا لکھا کیا۔ اسلوب انھوں نے  
 اسلوب کو وہی ہے جسے انھوں نے اسلوب میں میر جگر می نے تاج کا جو انداز میں نقل کیا ہے خود نے اسلوب دیا ہے  
 میر جگر می ہے۔ شہرہ میر جگر می ہے۔ شہرہ میر جگر می ہے۔ شہرہ میر جگر می ہے۔

ان کی ایک خصوصیت یہ بتانا کہ ناسخ سے پہلے جو کچھ فارسی میں ہر زبان پر مرقوم ہے اس سے تصانیف میں وسعت پیدا ہو گئی۔ دوسری یہ بتانی کہ مضامین عاشقانہ طرز کو کم کر کے ہر قسم کے مضامین کو شامل کر لیا گیا۔ تیسری یہ کہ زبان کو پاک کر کے اس کو مستحب و دلنشین بنا دیا۔ اسی تیسری خصوصیت کی تفصیل بتانے کے لئے دیکھیں کہ نظم و نثر اور فارسی زبان کے الفاظ استعمال کئے اور ہندی بھاشا کے الفاظ چھوڑ دینے کے لئے وہ باقی خصوصیات کا صراحہ زبان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس خصوصیت کے سلسلہ میں بھی دوسری بات یہ کہ جب وہ فارسی ہر زبان پر بندہ شریک بنا دیا کہ سب تھے تو وہ ہندی اور بھاشا کے الفاظ اور مرکبات چھوڑتے۔ دوسرے یہ کہ ناسخ کی زبان کی مثال یہ الفاظ معاصر ہیں کہ بھی زبان تھی جو زبان کا یہ وقت ان کے عہد کا عمومی ہل چلا تھا۔ تیسرے یہ کہ لکھنؤ میں یہ نثر کے تہذیبی اور مذہبی جذبے کے سبب فارسی سے قریب تر ہونے کی روشنی عام تھی خصوصاً مرثیوں کے فروغ نے اس سے کوئی تیز تر کردار خاص لئے لکھتے ان کی کلاہیت میں کسی بھی نئے پرکھنے والے نہیں ہوتا۔ البتہ انھوں نے ایک اور بات یہ بھی کر کے اب تک فارسی عربی اور ہندی زبان کے جو الفاظ استعمال تھے ان کی تائید و تکرار کوئی قاعدہ مقررہ تھا۔ لیکن اس نے ان الفاظ کی تکرار و تائید کے قاعدے بنائے تھے۔

اس کا کوئی ٹیپوٹ نہ ہوئی تھا۔ شام نے پیش کیا ہے اور کسی نسخے سے مناسبتاً ایک بہت مختصر تقریباً ۱۰ صفحات کے رسالے میں رسالہ انھیں کی اطلاع دیکھ کر شبیہ الحسن و خیر ہی صاحب نے آئندہ لکھنؤ کے قاعدہ اس لکھنؤ کے قاعدہ سے دی ہے جس پر کئی نقل و نقل نہایت ناقص حالت میں انھیں تھی مگر اسے برعکس تاریخ کے شکر و شرفی کتب میں نقل و نقل نے انھیں ملنے میں صاحب کے ساتھ کچھ کناسخ لے ایسا کوئی قاعدہ نہیں بنایا تھا۔ تاہم کے الفاظ ہیں کہ الفاظ ہندی کی تکرار و تائید کے لئے کچھ اصول اور قواعد مضبوطی سے دیکھنے میں نہیں آتے جناب استاد مغفور سے جو کچھ برس شروع خصوصی فکر پر چھایا تو فرمایا کہ قواعد مضبوط نہیں۔ جس طرح پر خاص شروع و ختمانہ الی ششہر کی زبان پر بعدی ہر ویسی ہونا چاہیئے۔ تاہم انھیں حق کے قرب فکر و خصلت نظر نے صحت کے حاشیے میں مزید اطلاع دی ہے کہ ناقد کے قریب اہم لکھنؤ میں میر علی اسد شمس سے ایک خط تکریر و تائید منسوب ہے (میں صاحب اس خط کا تاریخ الیہار (دو ترجمہ) ص ۲۲۲ و ۲۲۳ میں دیکھا گیا ہے۔ اس سے پہلے دیکھ کر گلست نے قاعدہ ہندی و ہند میں اصل الفاظ کی تکریر و تائید سے متعلق کچھ بھی۔ اور ایک دوسری تفصیل میں تکریر و تائید کے لئے شروع و ختمانہ ص ۲۲۲ و ۲۲۳ میں دیکھا گیا ہے۔ تاہم انھیں اس خط کے تکریر و تائید کے لئے شروع و ختمانہ ص ۲۲۲ و ۲۲۳ میں دیکھا گیا ہے۔

نہیں آئی۔ مولانا مستبد اسلام ندوی نے تاسخ کی ایک خصوصیت یہ بتائی کہ اردو زبان کی صوغ کا دور مگرچہ  
شاہ تاج دہلی کے زمانے سے شروع ہو گیا تھا اور ان کے بعد زمانے میں تبدیلیاں آتی ہیں تاہم یہ ہم  
اسلوب کی ضرورت باقی تھی اور تاسخ نے اس ضرورت کو جس جامعیت کے ساتھ پورا کیا اس کا اندازہ خیال  
کی فرسٹ سے ہوگا۔ اس کے بعد انھوں نے ایک فرسٹ دی ہے اسی کو نیا بنکر دیکھ کر شہید الحسن فتح پور  
نے اپنی کتاب تاسخ میں پہلے یہ خوشخبری دی کہ تاسخ کی اسلوب زبان ایک مستقل کتب کے مقابلے میں ہے۔ اس  
نے اسے بعد کی ایک دوسری کتاب سے تفصیل میں بیان کیا۔ گلاب اکبر وہ شاعر ہو گا تاہم انھوں  
نے اس میں اس کے چھانپنے کے لئے تاسخ پر تحقیقی مقالہ جس کی زبان اردو ان کی صوغ زبان ہو کر نہ ہو تاسخ  
کی اصلاحات کے ضمن میں ہم نکات بیان کرتے ہیں لیکن اس کے صوغ سے یہ ہے کہ نقل کو کوئی حد نہیں دیا  
اور اگر دیا بھی ہے تو وہ یا تو صوغ کے تعلق سے یا غرض (میر علی دوست رشک) یا انھیں علی دہلی  
کتاب میں خان آقا یعنی دونوں شاگرداں تاسخ سے متعلق ایک مسئلہ کا یہاں ترک اختیار کا  
سارا معاملہ تاسخ کی وفات کے بعد کا معاملہ ہے تاسخ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ رشک کے لئے کیا جائے  
کہ ان کا تیسرا دیوان مندرجات اور دوسرے معائب سے پاک ہے۔ دوسری وفات کے بعد تیسری تیر مہر  
بعد مرتب ہوا اس کے مندرجات دوسرے نظموں میں اسلوب زبان کا مل فقہان کی اور ان کے دوسرے خوب  
ہاشموں کی کوششوں کا چین منت ہے۔ اس سلسلے میں بیشتر غماں کا یہ اقتباس قابل توجہ ہے۔

حقیقت یہ کہ مرزا غریب میر و جلال کے یہاں تو بعد شاہی اور مہر و کات کی جو لوہاں نہیں لگی ہیں وہ  
رشک کے آخری مہر کی پیداوار ہیں تاسخ و تشر سے لگا کچھ تعلق نہیں رشک آخری عمر میں کہلے مسلی  
چھ گئے تھے۔ وہیں کہ میں نے کا تامل کیا لیکن ان کا تیسرا دیوان میں کے متعلق کہ جہاں سے کہ وہ  
ان مندرجات سے پاک ہے جان کے چہ دیوان میں پہلے پائے گئے ہیں۔ رشک میں بھی وفات تاسخ کے  
کہ پیش تیر سال بعد مرتب ہوا ہے اکیات تیر معائب و تیر مہر و کات کا دوسرا بیت وفات ۱۱۴۴  
اسی طرح دوسرے شاگرداں کی تفہیم علی ہیں تو بعد شاہی اور مہر و کات کا ذکر ہے۔ رشک میں  
کھوئی وہ اس کتاب کے متعلق کے مطابق ہیں سمیع معلوم ہوتا ہے کہ اسلوب زبان کا اصل کا ہر اصل

و انھیں علی حث او صاف ۱۱۴۴ تاسخ اور علی رشک میر و جلال ۱۱۴۴

۱۱۴۴ رشک میر و جلال ۱۱۴۴ ۱۱۴۴ رشک میر و جلال ۱۱۴۴ ۱۱۴۴ رشک میر و جلال ۱۱۴۴











ہوئے جس سے روبرو رہا۔ پہلے پہلے اس نے سوچا کہ آج تو رشتہ کی غریبگی کا غور نہیں ہوتا۔  
 ہی نے کی ہو گی حدود ان کے غم کا ہو گا۔ انوس کہ آج تو رشتہ کی غریبگی کا غور نہیں ہوتا۔  
 ایسے طبیعت کے ساتھ کئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ مگر بہر حال ان شواہد اور ٹکٹوں کے دشنی میں یہ کہ  
 جاسکتا ہے کہ صراحہ زبان اور مزہ و کات کے سلسلے میں ناسخ کا براہ راست کوئی تعلق نہیں مگر کچھ ہے  
 تو وہ سامنے نہیں۔ جو کچھ بھی مصححات میں دہائی کے شاگردوں کی یہاں انھوں نے سعادت سنی کے پیش نظر  
 ان ساری کوششوں کا سلسلہ آج سے جوڑنے کی کوشش کی اور اس طرح اس کا صراحہ زبان کا قیام و کمال  
 صلہ و تعلق ہے۔ رتبہ تہذیب و تمدن کے حوالہ سے ناسخ کا یہ کام ضرور ہے کہ ان کے آثار شاعری تک میں قدر معقول  
 کی نشاندہی کی جاوے گی۔ ان میں سے کئی کچھ انھیں ترک کر دیا اور سنی کے ساتھ اس کی پابندی کی۔ یہ بھی شواہد  
 سنی کے ساتھ پابندی کوئی نہیں کر سکے تھے۔ لیکن قواعد شاعری اور مزہ و کات کی جن چیزوں کو ان کے شاگردوں  
 نے یا دوسروں نے مرتب کیا اور ان سب کا سلسلہ نسبت آج تک پہنچا دیا ہے۔ ناسخ کا کچھ تعلق نہیں  
 ناسخ کا اصل کارنامہ ایک سلوب کی تشکیل ہے۔ اس سلوب نے ایک نئی روایت بنائی۔

یہیں دبستان کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ جس میں ایک بہ نسبت سنی کی موجودگی بھی ہوتی ہے  
 اور ان کے اسلوب و انداز کی پیروی بھی اس کا ذریعہ اور وہیں مگر کوئی جامع دبستان سے تو وہ دبستان  
 ناسخ ہے۔ دبستان رحمان اور ترکیب دونوں سے الگ ہوتا ہے مگر دونوں کی وجہ سے یہ ایک ایسی  
 روایت ہوتی ہے جس کے اثرات دور دور تک پہنچے ہیں جس کی تقسیم ہم کی جاتی ہے۔ انفرادی میں کیا جاتا ہے  
 اور اضافی میں اس پہلو سے دبستان ناسخ کی یہ بات خصوصیات مل جاتی ہیں اس سلسلے میں اس پر اس  
 کا ذکر نامناسب نہ ہو گا۔

**دبستانِ ناسخ** | ناسخ نے جس سلوب کی تشکیل کی حالات زمانہ اور کھنوں کے اس وقت  
 کے ماحول نے اس کی خوب خوب پذیرائی کی۔ نہ صرف یہ کہ اس سلوب

کی تقسیم کھنوں شلنے کی جگہ دہوی شواہد خصوصاً سنی میں اس کی تقسیم کرنے لگے اور شعر و سخن میں دہلی  
 کو جو تہذیب مستلامہ ہوا تھا کھنہ کو بھی مل گیا اور اس طرح کہے کہ ہم اپنی کھنوں کے جذبہ کثرتی کو تسکین دی  
 جو ہر حالت میں شعر و سخن کی طرف سند اور مدد کھنہ کیجئے۔ جب ان میں پیدا ہو گیا تھا۔ ناسخ

۱۔ مضمون ناسخ کا کتب خانہ شہر خانیہ مدینہ منورہ کے مکتبہ دار محمد علی شاہ  
 ۲۔ مضمون ناسخ کا کتب خانہ شہر خانیہ مدینہ منورہ کے مکتبہ دار محمد علی شاہ



ی شاعری کا جب عروج ہوا سو تو حوا اور دلی بی بی کی ہنس، اچھا، سندیں، حوا، سندیں  
 حیدر نے دلی کی ہنس، ہم پر شاہت سے قطع تعلق کر کے اپنی نوز فطاری کا اعلان کر دیا اس تراشی سے  
 شعرا کے کھنڈ کو جو صلا لا، احوال انھوں نے فنون طیفہ اور دوسرے تمام میدانوں میں شاہ راہ دلی سے بحث کر لی  
 شاہ راہ تعمیر کی۔ اس طرح جنت، صفت، مری، راہ، نوا، لک کی سنگ، حور، مری، شعرا، دلی کو پناہ دینے کے  
 جذبہ تیزی نے مل جل کر ایک ایسا، حوالہ پیدا کر دیا جس میں کھنڈ کی چھاپ گہک نظر آنے لگی۔

اتح کی شاعری کے عروج کے زمانے میں انشاء، تنقیدی، غمینی، سحر، نیر، زانو، تھے، میر، تو خیر، بلکہ جیت  
 بڑی توپ تھی جس میں چنے کی بھی کھنڈ، دلاور میں، سکت، تھی، مگر انشاء، سحر، غمینی، اور جرات کو اتح نے ذکر  
 کے قابل ہی نہ سمجھا۔ اس لئے کہ اتح کے شعروں میں، قدو، سونا، اور میر کی غنیمت کا تو اعتراف تھا ہے، مگر ان  
 شعرا کا ذکر بھی نہیں، یہ دہلی شاعر ہیں، حور پر سدا، گوشا، حور تھے، جبکہ کھنڈ کے معاشرے کو سادگی پسند  
 نہیں تھی، وہاں تو مریع سازی کا ہی رویہ تھا، اس نے اس شعر کا اسلوب اس معاشرے کا شعری اسلوب نہیں  
 بن سکتا تھا، یہی وجہ ہے کہ آخر میں ان شعرا نے بھی کمپزیشن میں، گنگ، ٹھٹھک، پٹھا، شروع کر دیا اور اس طرح  
 اپنی ستادی نوآوری کے نور قبول ہو گئے۔

## ناسخ کا شعری اسلوب | اتح کے اسلوب کی کلی خلد کی پیکر تراشی، تفصیل کے تحت

نئے رنگ، نو تکنیک، نو موضوعات، نو اسلوب کا اشتہار ہے جس کا مانی  
 کدورت تھی اس کدورت کے سبب اس پر غریبی پیدا ہو گئی، دوسری خوبی اس کا پروردگار، سنگ، صلیک  
 طرح کے درخشاں تھی جس سے بڑی، گنگ، آہنگ، کوسوں، دھنکا، ایک ایسے رعب و وجہ ہے کہ کیفیت میں سے  
 پیچھے ہٹ کر، بہت شاعر ہوتا ہے، نور کے بعد چاہے وہ کیفیت باقی نہ رہے، اس میں وہ کھنڈ تھی کہ وہ خیر  
 و مبتدی شعرا، سند، رنگ، صفت، پیکر، سنگ، غنیمت، اور مریع، اس اسلوب سے متاثر ہوئے، مگر بعد میں  
 انھوں نے اپنا رنگ تلاش کر لیا اور جنت، اتح کی پیروی سے بچ گئے، تیسری خوبی، غنیمت، کدورت، مہدوت،  
 مشائی، حور، صفت، گنگ، تھی جس سے شعرا میں جانت ہو جانے، اس کا حسن، ضرور، چنگ، ہوا، تھا، جو تھی تیز معنی  
 آفرین، موزنیل، مبتدی تھی جس سے تظفری کی خوبی پیدا ہو جاتی تھی، اس پر پے، مٹا، کا استعمال، پیر، صوف، صفا  
 سے بنا، سنگ، صلیک، جدی، پیر، کا حساس، ہوا، شعرا میں، سونے پر سبھا، جگام کرنے تھے، گویا یہ اسلوب  
 قصیدے کی آہنگ میں تھا، حور، دلی کے دور، مندانہ، وجہ، پیر، تفصیل، سنگی، حور، پرکاری اور

جہاں سے وہی روئے میرے صعب ہیں اس میں ایسے۔ سوپا عرصہ یوں ہے دوسری سرور ہمیں  
 جس کیانی آتی تھی ان کے وہ سے بھی زاید شاگردی انداز آہنگ کے مقلد تھے۔ وہی سے ہنسا یا یہ انداز لکھنؤ  
 کے دل کی پکار تھی اس کے اسلوب کو انھوں نے قبول کیا گیا۔ دوسری طرف زبان کی اسلوب کا جو مقامی نمونہ  
 قلم ادا مقام سے شروع ہوا تھا، آہستہ آہستہ آئے گئے خاصا سمجھا تھا جو کسر اقل رہی تھی وہ مقام کے شاگردوں  
 نے ترک و اختیار کے عمل کے ذریعہ پوری لکھنؤ اس طرح لیک گئی تھی زبان و عمل و حکم اعتبار و دستور کے مرتبہ  
 پہنچ گئی۔

ماتحت کے یہاں غلط پرستی، اور صورت تو شکی ہو بلکہ ہے کہ پیش دیوان کے شاگردوں کے یہاں بھی  
 جہاں انداز و اظہار کی نشست انداز و قول کے ذریعہ ایک خاص رنگ و جب نزل میں قہر کی مضامین کو بھی  
 اسفاروں اور تفسیروں کے ذریعے سہا سہو کر پیش کیا گیا، اور چونکہ پانڈت لکھنؤ کے پیش پرستانہ حمل سے بھی ہنسا  
 لکھتا تھا اس نے بہت مقبول ہوا۔ مثلاً چند شعر پیش کیے جاتے ہیں  
 رفتے رنگ حنائے، شمع ہیں سب انگلیاں دوستہ جانانے میں مرا مکتوب پروانہ ہوا  
 و منہدی ہے شعلہ قدم اس شعلہ پر نکلا۔ پاپوش نے یکہاں چلے کہکشی کا  
 و دکھائے ظلم سر پہ بن کر شفق اسکو۔ فتنہ ہے اگر رنگ حنائیمے قدم  
 و دشت جنوں میں آئے پر ہوئے نہیں ہوئے۔ یہ ہے شبیر دیدہ خون ہار پاف میں  
 و آس پگھلنا نہیں سکتا صدیوں کو نور، کب نکاسی ہے بجلی و آہ لکھنؤ میں آگ  
 و چارہ زخم میں طائر دل پر اسیر ہیں، ہوں جس طرح کنویں میں کبوتر بھرے ہوئے  
 و گزرتے ہیں سینکڑوں شوقیہ لائیں یوں کلام، جانہ جانوں چو نڈیوں کے کیوں نہ ہو غلط ہیں  
 و نہ ہمارے دل پر تلے کوز لغو ہے نکل، پائے سے ہوں نہیں آسویں ہیں جوں پیدا  
 و اسے ہی کا تیل لوانا ببدلی چرے بچا۔ ہے چرنا خانہ نفس اسکو زخمی چلائے

ابھنگ کو بوقلمانی کے ہے علی قاری انھوں نے ترکیبوں کا استعمال، آیت کے یہاں عام جہوں کے شاعرانہ  
 کے یہاں تو بوندی کے جھٹ سب انہم اور ڈی حناک لطیف لفظ تھا اگر کلامت و کفر و صفت کر دھوکے  
 شری۔ ابھنگ کو قاری سے قریب کر دیا، مثلاً  
 و سا لہو رنگس رخسار گل گوں پہ ہے عرق۔ مٹی جگ ہی ہے نوشہ ہے آب میں

[illegible]

ماتح نے جہاں اندازِ ولایت کی تنقید کی ہے وہ کیوں نہ ہو، یہاں کوئی ہے۔ مگر یہ فن کا خاص انداز نہیں ہے، ہر کسی نے اس انداز کی شہرت نہیں، اصل انداز تو وہی ہے جس کا ذکر پہلے ہے، بس اس شہر کی خامیوں

لا حظ ہوں

و جو میں خاص ہی نکاسف کو  
و دنیا و دیراں ہے ترے جہد میں کعبہ ہے خراب  
و جھک جھک کے شیشے تے ہیں ترس ترس کے جھکے  
و روئے روئے ہلکے ہلکے میں نہیں  
انہی استقامت میں درد مند ہی۔ دل گدگد ہے تصوف کی تھیں جو نول کے مزاج سے مناسب رہتی ہے جو جو نہیں  
دیے بھی کہتو کہ۔ حول میں جہد جہد میں شہید و دلول کا غلبہ تھا تصوف کا خیالات کے پہنے کی کوئی  
گنہگار نہیں تھی۔ اسی کو وہاں غم میں آتا تو نے اس طرح بیان کیا ہے کہ کہ کلام میں تصوف میں ہے کیوں کا  
راستہ کہ اور ہے۔ جس کے خلاف نہیں ہے۔ دوشہرہ دیکھی۔

فقرے ایسی مری مناسط کو کہ چسپیدگ  
بجور حقیقت میں ہو ایسی محسوس کیا شریاب

کو اعضا سے نشتر بھریا جو تا نہیں  
چوب کیا نمود سے پانی جاکو تا نہیں



جہاں تک زبان کی گفتگو میں دھوم مچی وہ خلیق نہیں، انشا تعالیٰ اور جہاں تک شاعری کی زبان میں دھوم مچی وہ خلیق نہیں۔  
 نے معاملہ بندی اور اندک کوشش کے طور پر پوائیسی کی زبان نے محاسنات کو جس طرح اس کی زبان پر انیس نے چڑوں  
 کے واسطے سے پورے گفتگو کو ریا، اسی پر اس کا کلمہ پان موسیقیت کی ہر کی کھنکھار، ناسخ کی زبان کو تو کلمہ  
 دواع، جھمر، ساقی، اسندراج، اسلم، اقیام، عتہ، اہل، ملازم، ہمدرد، فاضل، خندق، خطا، عین، بنامش،  
 شعبان، قابل، کالج، اصباح، عتدا، نای، نکال، بہ غرق، متکان، اقصی، مرتفع، اقصی، شیع، صوفیہ، قلب  
 دناں، رزق، سنہ، استہار، نای، دوا، نای، اگان، اہم، حریق، سطاق، عاتل، اہل، عوم، مرز، نجاج، صلیف  
 سا طور، مستغفر، جلیط، اور اوتا کی زبان تھی، سوکتا ہے میں سے یہ بہت سے الفاظ کی طرح عربوں کے  
 یہاں بھی دیں لیکن مجموعی طور پر ان کے کلام میں خصوصاً غزلوں میں اس طرح کی ثقافت نہیں تھی جس کی تاریخ کے  
 یہاں تھی، خود تاریخ کے یہاں کلام میں غزل کی ثقافت کے استعمال کے باوجود سادگی اور شاعری کے شعریں مل جاتے  
 ہیں، مگر مجموعی طور پر ان کی زبان نہیں تھی، تاریخ کے گفتگو میں زبان ملی دلی کی قبول تھی، تاریخ کا تو بس صوب  
 کا پسندیدہ معرہ مقبول تھا، انش کے یہاں وضاحت ہے وہ معنی کی شاعر کی کے فضیل ہے، شوق نے جرات و  
 دلگیری کی زبان سے فیض اٹھایا، اور بہت کی جملوں پہ پہنچے گئے، انیس حضرات دلی کی زبان کا ہمیشہ واسطہ دیتے  
 رہے، اسی نے رشید حسن خاں صاحب کے الفاظ میں، تاریخ نے طیف و باہادور زبان کی نہیں ایک نئے شعری  
 انداز کی تشکیل کی ہے، چون سے پہلے ان خصوصیتوں میں کا کلمہ ہے، چوچکا ہے، کے ساتھ ایک مستقل و منفرد اسلوب  
 کی حیثیت سے وجود میں نہیں آیا، روزبان گفتگو جس کی سبک دھوم مچی ہوئی ہے، شیری و فاضل صاحب کا  
 جو ہے اور جس کی عقل کی تم کھائی جاسکتی ہے، وہ تاریخ کی زبان نہیں، اور ان لوگوں کی زبان ہے، بن کو  
 تاریخ سے دلی کی، بجا نسبت نہیں ہے، گفتگو کی طیف و فصیح زبان کا سید، اگر خطاب و تراشوق اور تیراکی  
 کی زبان کو لکھتے تو پھر تاریخ کی زبان کو سکا حریف ماننے پڑے گا، و



|           |           |           |           |
|-----------|-----------|-----------|-----------|
| پھرنے     | چھننے     | چھن       | چھن       |
| نیت       | پہننے     | پہن       | پہن       |
| پرے       | بھ        | بھ        | بھ        |
| میں       | میں       | میں       | میں       |
| آگے       | آگے       | آگے       | آگے       |
| تیس       | کر پو     | کر پو     | کر پو     |
| راہ گھروں | راہ گھروں | راہ گھروں | راہ گھروں |
| دوانہ     | دوانہ     | دوانہ     | دوانہ     |
| انے       | انے       | انے       | انے       |
| تھ بن     | تھ بن     | تھ بن     | تھ بن     |
| جگ        | جگ        | جگ        | جگ        |
| سہن       | سہن       | سہن       | سہن       |
| لو میاں   | لو میاں   | لو میاں   | لو میاں   |
| سنا سنا   | سنا سنا   | سنا سنا   | سنا سنا   |
| پون مگی   | پون مگی   | پون مگی   | پون مگی   |
| متی       | متی       | متی       | متی       |
| تھ تھی    | تھ تھی    | تھ تھی    | تھ تھی    |
| عائے      | عائے      | عائے      | عائے      |
| نفاذت تیر | نفاذت تیر | نفاذت تیر | نفاذت تیر |
| تھ تھی    | تھ تھی    | تھ تھی    | تھ تھی    |
| مگ جگ ہے  | مگ جگ ہے  | مگ جگ ہے  | مگ جگ ہے  |
| کو ہے     | کو ہے     | کو ہے     | کو ہے     |
| کو        | کو        | کو        | کو        |
| اونے      | اونے      | اونے      | اونے      |
| جہر مگ    | جہر مگ    | جہر مگ    | جہر مگ    |

| عجوبہ وقت میر  | بہرہ وقت میر     | بہرہ وقت میر   | بہرہ وقت میر    |
|----------------|------------------|----------------|-----------------|
| پات            | ہمت              | دوسرہ تم نہیں  | ہس وقت تک       |
| کھک            | زرا              | دیوے           | دے              |
| جوں            | جس طرح           | بن             | بنیہ            |
| نہیو           | کسبھی            | چاکو           | باد جو دیکھ     |
| ندان           | ہمیشہ            | مچوں کے        | کس طرح          |
| معلومہ وقت میر | تبدیلی وقت نسخ   | معاورہ وقت میر | تبدیلی وقت نسخ  |
| شبح کا گن      | شبح کا گن        | ایرہ           | لاہر            |
| دامن چن        | دامن مسکا        | سر کو فر دلاتا | سر کو فر د کرنا |
| منہدی کے رنگ   | پر رنگ مٹا       | جہا جاتا ہے    | بکھاتا ہے       |
| دے             | نگو دیکھن        | دل دھلے کر     | دل ڈھاکر        |
| دارغ ہوں       | دارغ کھاتا ہوں   | نشا            | نشت             |
| میرے مونہ گئے  | میرے مونہ کے بعد | خواب لیجا      | خواب آتا        |
| کھوج           | نشان             | جاگ            | جگ              |
| دیدار پانا     | دیدار ہونا       | قہا            | ظہر             |
| اودھر          | اودھر            | تنگ            | میں             |
| شریہ دینا      | شرح کرنا         | دن             | دن              |
| ہم خواب دیکھن  | ہم نے خواب دیکھا | بہ تئیں        | تو تک           |
| دیا            | چراغ             | جور ہے گا      | جہا دیگا        |
| لوہو           | لوہو             | نت             | ہیش             |
| کیوں کر        | کیوں کر          | جہا شرب        | بدست            |
| بستار          | شہرہ             | نونا           | جگن             |
| دھت تک         | دھت رز           | ہ              | میر             |
| پکاروں         | پچاندوں          |                |                 |

| درد و دست پر   | بدین دست        | کاور و دست پر    | سبد و دست       |
|----------------|-----------------|------------------|-----------------|
| وہ جبری چیز ہے | وہ جبراً چیز ہے | اپنے             | اپنے            |
| کے تئیں        | کو              | مست کریو         | بھیکو           |
| سمندر جوتا     | سمندر او لینا   | چوں نیند میں     | ایزد میں کد میں |
| زور رکھتا      | منور رکھتا      | دار و            | دوا             |
| دیجے           | دیجے            | چو جاے ہے        | چو جا آئے       |
| کب ہو ہے       | کب سو ہے        | اے مغزت ہو       | اس کی مغزت ہو   |
| اٹی            | منی             | پگھلا کا         | نڈا سحر         |
| جاے            | جگہ جا          | ایک              | ایک             |
| قاصد چاتا      | قاصد بھیجا      | تنگ              | نفا             |
| نہر            | نہر             | تہ               | تب              |
| دار و          | شراب            | تھ               | تھکو            |
| سب ہم ہوگا     | سب ہم آئیگا     | منہ پر نقاب لینا | منہ پر نقاب مان |
| بچوں           | ایک             | شور و شراب       | شور و شر        |
| اتھا           | اتھا کو پہننا   | خواب میں         | خواب پہینا      |
| کرے            | کیجے            | خط               | خرج             |
| جاے ہاش        | جاے ہوو ہاش     | ہوں کے گئے       | ہکا جانے کا بد  |
| ہاک کو پہننا   | ہاک کو پہننا    | زنجیر نہ ہنا     | منہ نہ ہنا      |
| بھر دسا پڑنا   | بھر دسا پڑنا    | دھا              | مشو مخم         |
| اند            | دگنہ ورنہ       | قے کر            | اس قسم ہے       |
| خیال میں       | خیال یا نہ دھنا | نوجو             | نوجو            |
| دراکھینا       | دراکھینا        | پا               | پا              |
| پلک ماروں ہوں  | پلک چھٹکا ہوں   | دم باز پس        | دم باز پس       |
| ہو ہے          | ہو ہے           | دل نہیں          | یدل تک          |

|                     |                  |                   |                              |
|---------------------|------------------|-------------------|------------------------------|
| جی ہنس              | نہت              | نہس               | اوسپر                        |
| عرف                 | عرف              | روانڈاں           | رواں                         |
| ایگا                | سے               | دیا جا            | جھوڑا                        |
| دیکھ                | دیکھ کر          | کہیں ہیں          | کہتے ہیں                     |
| رہے ہے              | رہتا ہے          | اسی غلط           | اسی طرح                      |
| آپ بن               | بے آپ کے         | جو                | تو کر                        |
| پر دام              | پرٹا             | ست                | نہ                           |
| تجربہ بن            | بے تجربہ         | تھوڑا             | تھوڑا                        |
| کڑھب                | بڑھب             | چادر ہتھاب لاو    | چادر ہتھاب کے اوپر           |
| نشت                 | نشت              | میں یک            | میں نے کہا                   |
| تجھی                | بھی              | کیونکر            | کیونکر                       |
| وے                  | دیکھ             | تو کہے            | بچے، گویا                    |
| آؤر شش              | آؤر              | کس                | کی طرح                       |
| زردہ                | نزدہ             | دیوانہ            | دیوانہ                       |
| لے لیوں گے          | لے لیں گے        | بروں ہے           | بابر ہے                      |
| بھ پاس              | میرے پاس         | گھر میں ایک سیوں  | ایک گھڑی ہیں                 |
| جوں                 | مثل              | میاں              | صاحب                         |
| لکھ                 | ذرا              | گرو               | گرو                          |
| چھوڑ                | چھوڑ کر          | کی طرح            | کی طرح                       |
| کتنے                | کس نے            | لانے              | اوس نے                       |
| میں تیار رہا ہے     | میں ہتھاب لاؤں   | جوں ساتی نے       | جوں نہیں ساتی نے             |
| دلوں ملک میں ہر قسم | کے سیکڑوں محاصرے | جوں گرد باغ ملافت | میں خواہش کرنے ان محاوروں کے |
| میں دیکھ کر ان کے   | ست منہ کی ہے     |                   |                              |



|                         |                      |                   |                  |
|-------------------------|----------------------|-------------------|------------------|
| دلوں کے                 | وین                  | میں               | میں نے           |
| مگر                     | مگر جس کی طرح        | وے                | وہ               |
| پہلے                    | شہر                  | کے                | نہ               |
| نت                      | پہنچتا ہے            | آگے               | گویا پیچھے       |
| وے                      | ہمیشہ                | بھوز دالباب منا   | لب سے عاجز و رجا |
| پہلے                    | مگر لیکن             | آنے کہا تھا       | آنے کو نہ تھا    |
| لوگوں                   | چرتا ہے              | کیونکہ            | کس طرح کیونکہ    |
| بہشت                    | وقت ہوں              | حد                | غیر              |
| معاذہ وقت پر مبنی       | بہشت                 | معاذہ وقت پر مبنی | تسلی وقت کا کج   |
| دم پر دم                | دسم                  | بچارا             | بچارا            |
| لیک                     | لیکن                 | نت                | ہمیشہ            |
| میں                     | میں نے               | نت                | ہست              |
| کیونکہ                  | کیونکہ               | دل کو سحر کیا     | دل پر سحر کیا    |
| ہر دم کہ                | ہر دم کہ             | دیا               | چراغ             |
| زخمتیں (دوست)           | زخم (دگر)            | بھر بھر           | ہر بھر           |
| لوہو                    | لوہو                 | میاں              | صاحب             |
| رہا                     | رہا                  | شش                | سکر              |
| جیوں                    | مثل مانند            | خافوا             | خواہ خواہ        |
| اٹھے                    | اٹھتا ہے             | مثل چنگ           | پتنگ کے شش       |
| نہیں معلوم بلکہ پر مبنی | نہیں معلوم بلکہ کوئی | پہنچا سہی ہم      | پہنچا سہی ہم نے  |
| کب                      | نہ                   | نہ                | نہ               |

|                 |                 |                 |                 |
|-----------------|-----------------|-----------------|-----------------|
| بن کے           | بن کے           | بن کے           | بن کے           |
| تیرے بن         | تیرے بن         | تیرے بن         | تیرے بن         |
| نوا             | نوا             | نوا             | نوا             |
| اس دھب کا       | اس دھب کا       | اس دھب کا       | اس دھب کا       |
| کس کس طرف       | کس کس طرف       | کس کس طرف       | کس کس طرف       |
| کیا جانیں       | کیا جانیں       | کیا جانیں       | کیا جانیں       |
| تیرے سوا        | تیرے سوا        | تیرے سوا        | تیرے سوا        |
| پتنگ پرواز      | پتنگ پرواز      | پتنگ پرواز      | پتنگ پرواز      |
| جھوٹے جی کہا    | جھوٹے جی کہا    | جھوٹے جی کہا    | جھوٹے جی کہا    |
| سونپ کر کچ      | سونپ کر کچ      | سونپ کر کچ      | سونپ کر کچ      |
| قفس میں         | قفس میں         | قفس میں         | قفس میں         |
| ودا             | ودا             | ودا             | ودا             |
| طرف             | طرف             | طرف             | طرف             |
| تاک کر          | تاک کر          | تاک کر          | تاک کر          |
| کارہ وقت شام    | کارہ وقت شام    | کارہ وقت شام    | کارہ وقت شام    |
| چشمداشت امید    | چشمداشت امید    | چشمداشت امید    | چشمداشت امید    |
| ریچا            | ریچا            | ریچا            | ریچا            |
| چھوڑ            | چھوڑ            | چھوڑ            | چھوڑ            |
| لو              | لو              | لو              | لو              |
| کارہنا بیکھا ہے | کارہنا بیکھا ہے | کارہنا بیکھا ہے | کارہنا بیکھا ہے |
| نگر             | نگر             | نگر             | نگر             |
| ساتھ            | ساتھ            | ساتھ            | ساتھ            |
| میت             | میت             | میت             | میت             |
| سے ہے           | سے ہے           | سے ہے           | سے ہے           |
| کونکر           | کونکر           | کونکر           | کونکر           |
| کبھو            | کبھو            | کبھو            | کبھو            |
| دیکھ            | دیکھ            | دیکھ            | دیکھ            |
| خط              | خط              | خط              | خط              |
| میں             | میں             | میں             | میں             |

|                             |                                      |   |  |
|-----------------------------|--------------------------------------|---|--|
| کوہ چہرا<br>گن گری<br>عاقبت | کوہ چہرا<br>عزت گری<br>آخر کو یا آخر | گھٹائیں چھائیں<br>کے ہے<br>ہوا خفاں میں | گھٹائیں چھائیں<br>معلوم تھا ہے<br>ہوا خواہوں میں |
|-----------------------------|--------------------------------------|---|--|

## شاگردانِ ناسخ کی خدمت

نہان کو سونہ نے خود اسے بخت ترک کرنے کے سلسلے میں شاگردانِ ناسخ کی خدمت کو برا بھلا نہیں کیا جاسکتا۔ انھوں نے نہان میں بہت بھاٹ کر کے اسے اس مرتبہ تک پہنچا کر وہ بڑی سے بڑی زبانوں سے بھی لکھیں ماسکے۔ ان لوگوں نے ناسخ کے دوسرے مختلف مسائل اور اصلاحات کی کوششوں کو مرتب صورت میں پیش کیا۔ اردن ہولوں کی دشمنی میں اپنے اور اپنے شاگردوں کے کام کی تلاش فرما کر جو سہولتیں جمع اور مستعد بھی استعمال کیا سکونظر اور مثال کے ساتھ پیش کیا۔ تاہم نہان کی کسوٹی پر انھیں کا حد ضائع نہ بن کر دوزخ سے مستند کیا۔ ادا پناستاد کے سماعت کے لئے وہ بھی نہیں زیادہ سے زیادہ مخالفت کو مستعد ہو کر تیار کیا۔ کوشش کا حد اس ضمن میں ناسخ کے یہاں جو مترکات موجود تھیں ان کو بھی رد مست کیا۔ ان کا مکمل یہ ہے کہ انھوں نے ناسخ کی بوجھل زبان کے چکس اسکا ریف انہیں اور حقوق کی زبان حرف مؤید یا مگر انھوں نے شریعت کے تصور کے تحت میں مذکور کو گروہی مدد پہنچی۔ کھاسے متروک کر کے انھوں نے قبول پیش کیا اور باقی سے مستعد رہا۔ مگر اسکا لکھنا یا کتبہ قریب و غریب نہ ہوں یہی وجہ ہے کہ ان کو یہاں ناسخ کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ روضہ حد زیادہ عام فہم زبان مانی ہے۔ ان لوگوں کے یہاں نہان دلی اور شعروں کے اصولوں کی پابندی زیادہ سخت ہوئی اور قبیل کے افراد کے لئے جو آزاد کی حضرت دلی برتنے تھے انھوں نے اس پر پابندی لگائی جو وجہ ہے کہ ان کے یہاں خلاف کے حروف بہت کم ہیں گے۔ اور شعریں ضد کا کچھ تھکا ہوا ہر سر کے کی کوشش کی گئی۔ اس طرح انھوں نے باطنیوں میں مسخ انکھار پیدا کرنے کا سعی کیا اور اپنی خفیات کے ذخیرہ فائدہ ہانے دھول کے لئے دیکھا موزن مرتب کر گئے۔ اس سلسلے میں سب سے نامور اور سرفہرست نام میر علی اوسط رشکات کا ہے۔

## میر علی اوسط رشکات

رشکات، ناسخ کے ارشد و فاضل تھے جو صرف ذرائع و مذہبی دانی کے مدد سے تھے۔ جیسا کہ گورجو چکے ناسخ کے قلام پر بھی ان کی اصلاح کے ثبوت ملے ہیں۔ نہان کے سلسلے میں بھی عظمت اور عظمت کی تعریف کی گئی ہے۔ ناسخ کے میر علی رشکات انھیں کے پیرو تھے۔ دونوں کے علاوہ اردو کوئی نہ سب سے خیر ترین النفس طائفہ ہے۔ جو رشکات کی تعریف ہے نفس طائفہ تاریخی نام بھی ہے۔ جس کا نام رشکات کا لقب شرع ہے۔

یہ پروانے حرف گیری اصل سخن نہیں ہے۔ اسے رشک سستہ جو کتاب صفت ہوئی  
نشر کھنڈی کہیں کہ نہ رشک کا کام نہ چھنے سے محوم تھا ہے کہ دھرم موع کی غرض سے

کیکرتے تھے ان کی رائے اس طرح جھکی ہوئی تھی کہ وہ بیکریں جو جل چکی ہیں ان میں سے کچھ تو مستحق ہوں مگر  
 شفا انہوں نے یہی کہہ دیا، آپ ی، ساتھی، ساتھی، اسپتال، کھانا، اسی سے پہناتا ہمارے ہفتادویں  
 لفظ استعمال کرنے کو مناسب سمجھا ہے اور خود بھی اس طرح استعمال کیا۔ شفا  
 قصداً کھلی کرنے کا میں جیسے آپ کی بھائی نے، دیکھ کر اب شمع روکو جو گئی پر واز شمع  
 ہزاروں لاکھوں میں کامل کوئی نکل نہ پتلا ہے۔ کھوپڑی اور ہاتھ سے افراتاجسم سے  
 میرے کمرے وہ خورشید جیسی! اسی سے کہے چرخ کہیں ایک کون دور آتا رہا  
 نادر ہوں پہناتے ہیں کیوں پاؤں میں دھیریں، اے جنوں جالانگے کا خازن زنجیر میں  
 اسی طرح اردو کے محاورے اور عربی فارسی محاورہ جو اردو ہو گئے انہوں نے اردو کے لفظ میں رکھے۔ انہوں  
 نے بہت سے لفظوں کی تدکیر و تائید کے بارے میں فیصلہ دیا۔ مثلاً عورتوں کا حالہ، آخر کار جس کے  
 معنی مار ڈالنے کے ہیں۔ آفات کے ذیل میں کھڑا وہ اضافہ میں کے آخر میں الفبت جمع ہے سب  
 تدکیریں۔ سوائے کائنات۔ ویرانہ، بھگت، عنایات، اعزات، اوقات، اشادات، اکرامات،  
 سکات، نورات، صلوات، تسلیات کے یکساں اور شکست نے بال بیکار کرنے کے معنی میں یاد ہے ان کا  
 ایک شعر بھی ہے۔

زلف کا بال نہ بھیجے سر ہو یا نہ  
 اثر نالہ فریاد و فغان دور رہے

رشتہ کا لفظ فارسی میں ہے۔ اردو کے محاورات، امثال، اور مرکبات کے معنی بیان کئے گئے ہیں۔  
 ان کا قصود اصل زبان و قواعد کے کچھ اصول پیش کرنے تھے جو بدست ان آیت کے لئے مانے تھے جو ممکن  
 انہوں نے اس اعتبار میں جو جگہ اسی لئے ضروری قواعد و ضوابط لکھے ہیں۔ اور جہاں جہاں ضرورت  
 لگتی ہے تعریف و تشریح بھی کر دی ہے۔

پاگل، چمیزے ہو کر کٹاں سو رہے تھے اور زمانہ سابق والی ہم درگزر و پارچہ غفلت محسوس کی تھی  
 دھواں مرانستہ قاتل نے کچھ وار دو بھرتے نکالے ہاشم و دریں وہ نہیں راپاگی کی گویند

شیخ امداد علی بھر

تاج کے نامور شاگرد تھے۔ قواعد زبان اور علم عروض کے ماہر تھے۔ تبحر کا دیوان ریاض الجبر،  
زندگی عنایت سے مشاعرہ میں مرتب ہو چکا تھا۔ مگر اس کے چھپنے کی نوبت نہ ہوئی تھی۔ غالب  
قبہ اشعار عشرت نے اب بتائیں لکھا ہے کہ جب دیوان چھپ چکا تھا تو ایک لغت کی تصنیف میں مشغول  
ہوئے۔ خود جانے اس کو تمام کیا یا ناقص رہ گیا۔ کتاب خانہ دارم پور کی فہرست مخطوطات کے حصے  
کے دوران مشید میں خلد صاحب نے اس کتاب کا علم ہو جانے کے بعد اسے تلاش کیا اور جلد  
میں اپنی کتاب زبان اور قواعد کے آخر میں اسے باوث کر کے شامل کیا اور ابراہیم اویسی پر مشتمل  
ہے۔ حضرت قاضی زبان اور دوسرا اور دوسرا سے متعلق ہے۔ تبحر نے شروع کیا ہے کہ  
ایسے رسالہ ایست کسی بہر لہجہ بیان مصنف اور لفظی شخص بہر چند قوانین ہندی یعنی اور دی  
گنوی بطریق صرف و نحو بہر لہجہ چندی و سب

[illegible]



طرح گھٹنا، کھنکھانا وغیرہ کہہ اپنے مصدر میں جو آج کل ہوا مستعمل نہیں ہیں۔ مثلاً اہستہ اہستہ، مریں، دھننا،  
 سکنا، پھرنا، اٹھانا، بھوننا، بولکنا، دھلکا، پسند لانا، چھکنا، پچھا۔ کھنکھنا یہ جدید ناما وغیرہ۔  
 قرین معنی کسی چیز کے بچے کا ہونا اور وہ میں سات بجوے رات کا استعمال جو ثابت چھکنا اور افعات  
 بہت چھپے۔ مثلاً اٹھنا ہے قرین اس کے معنی دھنکنا سب ہوا زما دھنکنا کھنکھنا کے معنی بقرنے  
 ہر مڑا شدن فعل سب کسوں کھنا ہے۔ جیکہ آج کل ہر دوکان مفتوح کے ساتھ چھوٹے سکوں لنگروں اور  
 پتھر کے چھوٹے گزروں کو ہر ایک خاص آواز کے لئے کھنکھانا استعمال ہوتا ہے۔ چھوٹے گزروں کو دھکے دھکے  
 میں عام لوگ جدید ہونا کہتے ہیں۔ تڑنا اور دھکنا جیسے مصادر کے ذریعے۔ دیوی کھنوی کا بھی اندازہ ہو  
 سکتا ہے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لفظ بھٹا جیسے بعد میں اتیر چھپے است و کھن نے مجازاً ظہر یا بھر کے نانے  
 میں جانز تھا۔ نور میں اگر یہ لوشن، کھنوی کے دھکے کی کھن کی لکھا پھرنا، تو سادہ گزراؤ اور اس کا گزراؤ  
 بار احسان بتانا وغیرہ معنی دے چکے ہیں۔ اس طرح بعض مصادر مثلاً پچھا، اڑکنا، گھٹنا، دھننا،  
 دھلکا، کھنکھنا اور ہوننا وغیرہ آئندہ میں مل جاتے ہیں۔ آئندہ کے معنی تے کرنا، گھٹنا، اٹھنا وغیرہ  
 پانا گھٹنا اور اٹھنا کرنا، دھکنا، کھنکھنا، بھونکنا اور ہونکنا وغیرہ کھنکھنا کے معنی تے کرنا، گھٹنا، اٹھنا وغیرہ  
 کے کھنکھنا نام زبان کا اندازہ مڑا رہتا تھا وہ آتی مستعمل ہو رہا ہے۔

قواعد کا حصہ گزراؤ نام سے اس کے کچھ نے زیادہ قوم مصادر پر صرف کی ہے مگر اس میں بھی  
 بعض اہم نکات سامنے آئے ہیں جن کا اردو لکھنے والوں کے خیال میں بہت اہمیت ہے۔ مثلاً  
 جیم کے سلسلے میں بھرنے کی ہے کہ۔ دھشش لکھا ہی تھا۔ جی۔ جی۔ جی۔ جی۔ جی۔ جی۔  
 بہت آکر اچھا سبائی تھا۔ شہ دست و خاندان آں و شمار۔ لہذا صرف میرے حق شد، کہ  
 ضعیف گریہ یعنی ایسے افعال میں آخری و حرف ہی ہیں، جو حقیقتاً تین ہی ہیں۔ پہلی کی جگہ میرے  
 نے لی اور دو باقی ہیں۔ اس کے ایسے افعال ہیں، کی گنا لکھیں۔

اسی طرح عربی و فارسی جلد کی آخر میں اپنے معنی ہوتے ہیں ووضو کے نزدیک شرم میں کا  
 اس طرح استعمال کہ وہ اف کی آواز میں معاشرہ میں داخل ہے مگر بجز فاسے بنیاد اف کی کہ اس کا  
 ہندیاں کہ اسے جائز لکھا ہے۔

بقرنے قواعد کے معنی منیات لکھنا ہندی فارسی کے جوڑے ہتے کے خرموں کو لکھ

یہ سب سے زبان کے ظری ارتقا اور تشکیل و ترقی زبان کے سلسلے میں تجربے کے شور و غلہ کا پتہ چلتا ہے۔

مثلاً انہوں نے فارسی الفاظ باز، برادر، دار، ہند، مکان کے ضمن میں چنگ، باز، شیر، باز، کبوتر، باز اور چوڑ باز، برادر کے سلسلے میں (گلیشی، برادر، عقہ، برادر، اعدا، اعدا، ہند اور ان کے ساتھ چوک، دار، جوڑی، دار، مکان، دار، اور بیچ، ہند، چھپر، ہند، چتیا، رستہ اور اپنی دلی اور اکل، دان، جیسے مرکبات کا بیان کر کے اپنی زبان دانی اور زبان کے سلسلے میں اپنی ادبیۃ المشرقی کا ثبوت دیا ہے۔ اس سے ان حضرات کو جو کچھ فار، اندر چائے، دانی، جیسے مرکبات کو صحیح نہیں سمجھنے سنی دیتا ہے۔

اس طرح صرف نام کے سلسلے میں تجربے کے تحت کہ دور مصدر برای تعمیر کی یاد چوں نہ دینا، افنا، و از کھانا کھانا، واز پینا، اس سول کے تحت کھانا سے کھانا، بنانا سے بنو، بھٹانا سے بھو، بھی جاننا، غمیرتے ہیں۔ لیکن کھانا کے بعد کے ساتھ نے کھانا اور بنو، جیسے افعال کو متروک قرار دیا جو زبان میں ارتقا کے ساتھ زیادتی تھی اس وقت کی رو سے ایسے افعال میں مستند ہوں گے جو وہی افعال ہیں۔ مثلاً دہراتہ کے ساتھ چوہر، اعدا، پھیر، وغیرہ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ زبان کی اصلاح اور توش خراش کے ساتھ کم سے کم ترقی زبان کے ظری ارتقا کے ہی قائل تھے۔ اس پر سب سے بھی ملو کے ہوں ارتقا میں الکی کوششوں اور دیکھ سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

## نادر اور ان کی انجمن معیلات

شروعات حوزہ کبر و انیت کے سیر میں سب سے زیادہ مضبوط کام اپنی لبستیں خاں نادر نے ہی۔ جبکہ تصنیف تمام انجمن معیلات کے انجمن معیلات کے سب سے زیادہ کاموں میں تھا۔ اس وقت : ۱۸۷۲ء تقریباً ۳۷ سال بعد مرتب ہوئے ڈاکٹر خاں نادر نے لکھے ہیں۔

• نادر کے قیام خانی چوری کے زمانے میں اس کے دست و پا میں ہر قسم کا انتقال ہو گیا تھا۔ یعنی نادر جس وقت آباد ہوئے تھے۔ خاندان سوان پور خود ستوی کے رہے۔ گو اپنے بچے تھے۔ وہ انجمن معیلات میں داخل ہوئے۔ اس وقت انجمن معیلات کے باہل نادر کے جو کچھ استفادہ کیا ہے زبان و بیان کے انجمن معیلات و نوابہ کو قمر بند کر دیا ہے۔ نادر نے خود کہا ہے کہ

• باہل یہ کہانی و اقوال بعد خانی چند عہد عشر قلم کر کے۔ یہ باب بعد واجب فرم مستحق درگ روز مرقعہ خاں و محاورات و روئے زمانہ سابقہ و حال و بعض دستورات و قواعد تذکرہ انیت و اختتام استعمال ساکتان و اوار مغرب و مشرق بلکہ طبعہ گھوڑا اس کے ساتھ تالیف کے بارے میں نادر خود کہتے ہیں کہ بعض فائدہ و زواید اور قابل ترک و اختیار محاورات و محافذ و خبرہ میں ترتیب دے کر کہ انجمن معیلات کو کام کیا کہ نہ تالیف اسی نام سے حساب بعد حاصل ہوا ہے۔ وہ طبع جو مشرست تالیف ہوا ہے برقرکات معیلات ہوا ہے۔ ۱۸۷۲ء

فراہم شد چہاں نامہ قواعد تو کوئی آمدہ ہد کوزہ دریا  
زہالفت خواستہ نادر تالیف سند آمد کہ انجمن معیلات  
معدے کے علاوہ اس کے انجمن میں تین پیسے لکھی تھیں دو کلابد میں اس وقت یا پہلی فصل میں محاوروں کے ترک و اختیار کے سب سے زیادہ بحث ہے۔ دوسری میں تنکیر و انیت کا سند تیسری میں مدنی اور گفتو کے اختلافات چوتھی میں مصطلحات عربیہ پنجویں میں عروض و بیان کے مصطلحات اور رکیات کا بیان ہے

طالعہ تالیف و تصانیف ۱۸۷۲ء تقریباً ۳۷ سال بعد مرتب ہوئے ڈاکٹر خاں نادر نے لکھے ہیں۔

ہو۔ اگرچہ غالب آصف آباد بھی خود مختار ہو چکے تھے لیکن ابھی سے قلمی وحدت اسے تسلیم  
 قائم تھی۔ ان کے آخری زمانے میں ایسے لوگ تھے جس جہاں دہلی شہر سوار اور میر کے شاعر ہونے سے  
 بھی نکلتے تھے۔ اور خود زبان دلی کا دعویٰ کرتے تھے۔ مرزا علی گنج بخش نے قلمی قطع میں کہا ہے کہ  
 گفتگو درویش کی کوئی ہم سے سیکھ جائے ۔ کیا یہ شعر مرزا دلی میں پیدا ہوا نہیں  
 لیکن غازی الدین حیدر کے اعلان بادشاہت کے بعد اہل کھٹونے ان قدیم برسوں کو بھی اٹھایا  
 اور اب وہ پورے اعتماد کے ساتھ زبان دلی کے دعوے کرتے گئے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اس بات میں  
 انھوں نے جو کاوش کی ہے اس کی مثال دوسری جگہ نہیں مل سکتی شاعری کے لئے صاحب شاعر ہونے  
 کے لئے شہیں۔ صحت زبان کے علاوہ یہ بھی ہے اصول شعر و نظم کے مختلف اصناف تہذیبی کے لئے  
 نئے انداز غرض ایک ایکسپریس سے متعلق انھوں نے توجہ کی اور محض پسند برسوں کے اندر درویشی و  
 ادب کا دامن وسیع ہو گیا جس سے پہلے اس کا تصور بھی شاید ممکن نہ تھا۔

پہلی فصل میں متروکات کہدرش و تہذیب و تہذیب کے مختلف طبقوں پر ان لوگوں میں ذکر کیا گیا ہے مثلاً  
 ایسے اور دوسرے کبھی تک انگریزوں، آریاں، مہاراجاں آنے سے جاتے ہیں۔ بہار میں  
 انکی پاس متروکات و غیرہ، فصل دوم میں تہذیب و تہذیب کے جامع بنانے کے قیام کا ذکر ہے۔ مثلاً  
 ایک اصول یہ بتایا کہ ان کے خلاف ہندی کے خلاف میں ان کے علی واقع ہوئے سب پتائیت ہوئے جاتے ہیں۔  
 مگر چند لفظ متشبی ہیں مثلاً ہاتھی اور مٹی اور مٹی و پانی و دی کہ اگرچہ ان کے علی ان انھوں کے آخر میں ہے  
 مگر ذکر ہوئے جاتے ہیں۔ جیسے میہرک ناؤں پر جاری ہے۔ اور افنی اور طوطی عربی میں تہذیبی اور  
 جی ان اقلوں کا بھی دایہ ہی حال ہے یعنی مذکور ہیں اور آسمانے شخام اور آسمانے پیش و ان شواشی  
 جی اور شواشی مثلاً اور برہمنی کے بھی کے آخر میں جو کسی واقع سے اور جاری و کھڑی میں جو پائے علی ہے  
 ان سب کو بھی متشبی جاننا چاہیے۔ مگر چند قیام متفرق کے قیام کہا گیا کہ دو خانہ خانی نہ ایک  
 اف و تہذیب میں۔ اسکو ہم ادراہ پتائیت استعمال کرتے ہیں۔ جیسے کشاکشی اور ادوی جن افادہ میں آخر  
 کو شہیں و تہذیب واقع ہوئے سب ادرو میں پتائیت ہوئے جاتے ہیں۔ مثلاً شفا و شفا اور خواہش الدافازش  
 اور نگارش و غیرہ ذالک پتائیت ہے غرض۔ مگر یہ لفظ غرض اس خاص سے کے موافق ہوتا ہے۔ مگر







پروہ جس سجدوں کوئی کہتا ہے کہ ان سے پہلے سید سحریٰ مراد صاحب مرحوم نے پاس الیسیا میں ہی میں  
 میں نشانی تقریباً ۵۰ غریبوں میں دیکھی تھیں ان غریبوں میں سے طرح نظر ثانی کر کے بیست سے مہر میں ترسیم  
 کڑی تھی ۔ عطا شوق

۱۔ پر کا نصف پر تر وک عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ہر ذی شان ترکیب قطع میرے مولیٰ ہے ترکیب ذیشان بعد اصلاح میرے مولیٰ ہے ترکیب ذیشان  
 ۲۔ تصدیق نہ جاہاں ترکیب قطع تصدیق رخ جلال کو چاہیے گل تر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۳۔ شوق پادشاهی قطع خیمہ گنبد شوق پادشاهی بر ہم ایچہ بعد اصلاح خیمہ گنبد شوق پادشاهی  
 ۴۔ ایک نصف تر وک عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۵۔ افکار میر تقی میر تر وک عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۶۔ کوئی کا صفت کنی تر وک عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۷۔ آفتاب برفان خالص تر وک عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۸۔ مگر تر وک عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۹۔ مرا ترا فکر کتا جائزہ اگر مراد صاحب یاد میں کے پاس عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۱۰۔ میر تقی میر عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر

میر تقی میر نے اپنے مجموعہ مرثیہ (جس کا نام محمد زخم ہے) کے دیباچے میں ترکیب قافیہ  
 والی تر وک کی ایک خدمت کی دی ہے جس کے مطابق بعد آؤ بعد باد بکھناری پیش قدم بہر قطر  
 ۱۰۔ میر تقی میر عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۱۱۔ میر تقی میر عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۱۲۔ میر تقی میر عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۱۳۔ میر تقی میر عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۱۴۔ میر تقی میر عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۱۵۔ میر تقی میر عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۱۶۔ میر تقی میر عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۱۷۔ میر تقی میر عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۱۸۔ میر تقی میر عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۱۹۔ میر تقی میر عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر  
 ۲۰۔ میر تقی میر عطا شوق سے کہی ہو کر بعد اصلاح عطا شوق سے کہی ہو کر



# صحّتِ زبان اور مرقعات کا مسئلہ

اردو کے ادبی ارتقا کے سلسلے میں ۱۸ ویں صدی کے نصف آخر اور ۱۹ ویں صدی کے پہلے  
سے کا زمانہ ہر لحاظ سے اہم و موقع ہے اس عہد میں جہاں نظم و نثر کے مختلف قہرے ہوئے، نئی اضافت سے  
اردو دنیا و شناس ہوئی، انگریزی علوم و فنون کے توسط سے اردو ادب کا رنگ بدل گیا اور  
اردو شاعری پر زبان و بیان کے لحاظ سے متعدد پیش قدمیاں بنائیں گئے، شاعرانہ انداز کے شاعروں  
نے ترکیز و تانیث، مرقعات، مختارات اور شعر گوئی کے کئی ضابطے بنائے ان بحثوں میں دو بولی مراکھی  
اور گھنٹی محکمت زبان پر نقد و نگاہیں پڑیں پوشیدہ اور آشکارا سب مبحثوں سے اردو شاعری  
نہایت کوششوں سے اور نکلنے کا جتنا زیادہ موقع و شاید اور کسی دور میں نہیں ملا۔

زبان کی ان صوری کوششوں میں جہاں اردو کی کچھ لغتوں نے حصہ لیا وہیں زبانِ فنی  
مرقعات اور ترکیز و تانیث پر کچھ نئے جیت سے رسالوں اور کتابوں نے بھی ہمارے دل کی شکست  
کی تصنیف پیش کی۔ فرنگی مصنفہ و مصنفات، امیر لغات اور گشتِ فنیس کے ساتھ ساتھ فنیس  
مطلق، بحر البیان، رشحات صغیر، صغیر مشرق، رسالہ اصلاح، اردو ازات و غلو، دستور انصاف، بنیاد  
اور اس طرح کی دوسری کتابوں کا بھی اردو کی شاعری زبان کی کوکب چمک دست کو سفر میں بڑا حصہ  
ہے۔۔۔ جلال کی سرانجام زبان اردو، اور نور الحسن نیر کے نورِ صفت کے جائزے پر شوق  
شرکی فرنگی اثر، دستور الشعر، مولفہ کمال گھنٹی صوح زبان، مولفہ عشرت گھنٹی اور قرار  
و اصطلاحات مولفہ قرار شاہ جہان پوری کے جائزے پر شوق معبد فصاحت از ادیب ہر جنگ  
بہادر و قلا پر ہلال کے، نگار داؤد گھنٹی کی تصنیف نظم اردو صوفی عشرت موبالی کی کتاب نکات  
سمن نووی رفیعہ حسن کی تفسیر لغات اردو دوسری بہت سی کتابوں خطوط کے مجموعہ خصوصاً  
زبان جامع اور کتابتِ یہ تین اور مشاعرہ سمن مولفہ مصنفہ مرزا پوری جی کی کتابوں نے اردو  
زبان کے عام پیشروں کی صفائی کی جہم کو کچھ نہ کھلنے پر ہم کاہلیا۔ اس طرح اصلاحِ زبان کا وہ

سلسلہ جو لہو و جیسا ولی، عالم، مہر و مرزا سے ہوتا تھا، اس کے ارشد و شاگرد تک پہنچتا تھا۔ ان کے شاگردوں اور دوسرے اہل نشان شعرا اور ادبا کے ہاتھوں اس مہر و شاگردی پر پناہاں اور دلی سہماں، دوست، اور ہر گیری اس کے مزاج اور تہذیب کی شناخت نمایاں ہو گئی۔ اس میں بھی شک نہیں کہ اس تطہیر و اصلاح میں کچھ غیر ضروری پابندیاں بھی داخل تھیں۔ اس مذہب کے وقت پر نظر رکھنے کے سبب کچھ اچھے فائدہ بھی، مناسب ٹھہر گئے۔ اور کچھ پابندیوں کی پابندی بھی نہ کی، جس کی عکس مجموعی طور پر اس سے اردو زبان کی ترقی اور صحت پر غرضکی تاثیر پڑا۔

زبان و بیان اور تدبیر و تائید کے سلسلے میں دلی رنگہر کا اختلاف حق چیز نہیں مختلف ادبی سوچوں میں اس ذہن اور جذبہ کو دیکھا جاسکتا ہے۔ اس مہر و جیسا کے ابتدائی زمانے تک یہ اختلاف کافی بڑھ چکا تھا۔ اور ان کے آخری زمانے تک تو یہ سلسلہ کمال پر پہنچ چکا تھا۔ اس سلسلہ ادبی کے یہاں قواعد و زیب و زیورات کے معانی میں زیادہ سخت گیری نہیں تھی۔ اختلاف بیان و بیان، صفا و صیغہ و صفت اور ترکیب و مہر کے معاملے میں وہ نسبتاً زیادہ آزاد خیال تھے۔ ان کے یہاں وہ دیکھ سکتے تھے کہ نہیں ہیں۔ مگر اس سلسلہ کے معانی میں اتنا جوش دکھایا کہ آخری زمانے میں دل و دلی بھی اس سے متاثر ہوئے اور انھوں نے بھی ان کے منوالہ کی طرف توجہ کی اور اپنے شاگردوں کے لئے ان کی پابندی صحت و صحت و صحت کے سلسلے میں مام و موم کے مضامین متزل نے اہم دلی ادا کیا۔ جہاں تک کتب و کتب میں ان کے وہ ہر سے شک و سائنہ اور جن میں اس سلسلہ کے کثرت تھی مگر ان کے ارشد و شاگرد تائید کے سلسلے میں ہیں۔ یہیں سے دل و گمان مضامین کی پابندی کا زیادہ خیال نکلا۔

صومیں اس رجحان کی شدت کا سبب دلی سے متاثر رہنے، جذبہ رقابت اور نظام  
 آرائی پر زور تھا۔ بقول رشید مسی خان، لکھنؤ کی زبان اور انداز کو امتیاز کا شرف بخشنے کے لئے اور  
 عناصر کے علاوہ مختلف قسم کی پابندیوں کو نافذ کرنے کا رجحان بھی اپنی کی دین ہے۔ دلی میں صحت  
 حال تھی ہی نہیں۔ وہاں کسی نئی معاشرت کا احساس درست نہیں ہو رہا تھا۔ وہاں کی تنہا رہی رہا تو  
 کو کسی طرح کے مقابلے کا احساس تھا جس کے لئے غیر ضروری التزامات کی ضرورت ہو رہی تھی۔ دلی  
 میں قواعد شاعری کی تفصیلات اس طرح مرتب نہیں ہوئیں جتنے کے شروع کے کلام میں قواعد  
 شاعری اور مترزکات کے قواعد سے ایسی کئی چیزیں ملتی ہیں جنکو انھوں نے بعد میں ترک کر دیا۔ یہ  
 بھی ایک واقعہ ہے کہ قواعد شاعری مترزکات وغیرہ کی بہت سی بخشیں اس زمانہ میں اٹھی تھیں  
 جس کی وجہ سے دلی اور لکھنؤ کی دبستان کش کش کا مزا تھی۔ اور اس طرح دبستانی اختلافات زیادہ  
 وسعت اور شدت کے ساتھ معرض بھٹ میں آئے۔ جس کے اثرات بہت دنوں تک مختلف بزرگت  
 پیدا کرتے رہے۔ اس سلسلے کی پند بھٹوں پر ناظر بنیال کیا جاتا ہے جن بھٹوں نے اردو کے بے  
 شمار الفاظ کی نوک ناک درست کی اور بہت سے لفظ اردو میں داخل ہوئے۔ زبان کی اصلاح کے  
 ساتھ ساتھ اردو کے ذخیرہ الفاظ میں بہت سے خوش گو اور فطول اور فقروں کے اضافے کی بھی  
 استوار ہوئیں۔

## **صحت الفاظ اور استعمال عام | صحت الفاظ کے سلسلے میں**

نزاع کی اصل بنیاد و اصل کچھ  
 لوگوں کا یہ رویہ ہے کہ اردو میں عرب و فارسی کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان کو اس طرح استعمال کیا جلتے  
 جس طرح وہ اصل زبانوں میں مرصع ہیں۔ یہ روش بنیادی طور پر صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہر  
 زبان کا لگ بھگ بنیاد بناوٹ اور تقاضا ہوتا ہے۔ ہر زبان میں ہر قسم کی زبان میں دوسری  
 زبانوں کے الفاظ جب داخل کیے جائیں تو وہ اصل زبان کے لفظ، لہجہ اور معنی کے ساتھ ہی استعمال  
 ہوں اس لئے کہ ہر زمانہ نیا نیا لفظوں کو اپنے مزاج کے سلیقے میں ڈھال کر ہی اختیار کیا جاتا  
 ہے۔ یہ قسم بڑی اور ترقی یافتہ زبانوں کا خاصہ ہے۔ انگریزی، فرانسیسی، جرمن، عربی، اور فارسی  
 بھی زبانوں نے اسی طرح ترقی کی ہے۔ پھر اردو میں اس سلسلے میں یہ پابندی کیوں قائم کی جائے  
 کہ وہ عربی اور فارسی کے لفظوں کو جن کے اصل کے مطابق استعمال کیا جائے۔  
 لے۔ زبان اور قواعد انگریزی میں، مطبوعہ نئی دہلی، دہلی کی گیت گیت - ص ۱۴

کی بنیادی قاعدہ پر مبنی ہے۔ انھوں نے کھل کر اس مسئلے پر اپنی رائے دی ہے۔ مگر عربی زبان دو  
 علاقے کے مخصوص اور کچھ دوسرے اہل زبان نے بالعموم زبان کی اس طرح اور اس کو ایک خاص کچھ اور  
 رنگ دینے کی تہذیب میں اور اردو کی تصویر کے حیل سے اس پر زور دیا ہے، وہ بالکل اردو زبان کے  
 صاحب لہجوں سے اس کا سہا پہل بھی کیا کر سید، جید، مینت، طیشہ اور اسی فرشتہ فریب، بہشت  
 جیسے ختوں کو بہ فتح یا تے مشدد اور بہ فتح حرف اول، دو لفظ کے بجائے بالترتیب پہلے یا تے،  
 مشدد اور پہلے حرف اول بود جائے، اس لئے کہ اس زبانوں کے قواعد کے اعتبار سے ان کا بھی  
 لفظ ہے۔

لیکن وہ یہاں یہ بھول گئے کہ اردو زبان کی اپنی کچھ خصوصیات ہیں جن میں اس کا بنیادی  
 ڈھانچہ، آپ بولی، علاقائی اثرات اور پھر زبانوں میں لفظوں کے بننے بچنے کے چند مسائل  
 ہیں جنکو نظر انداز کرنا گویا علم سائنس کے بنیادی قاعدوں کو نظر انداز کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت  
 سے اہل علم اور صاحب فکر حضرات نے اس سلسلے میں دو کوک انداز میں فیصلہ دیا ہے۔ مثلاً دو  
 زبان کے قواعد صرف دو گنا اور اصول فصاحت کی میاں بندی کے معنی اول یہ ماننا ہے کہ دریا سے  
 صحت میں لکھا ہے کہ

• جانتا چاہیے کہ جو لفظ اردو میں آیا وہ اردو ہو گیا، خواہ وہ لفظ عربی ہو یا فارسی۔ ترکی  
 ہو یا سریانی۔ پنجابی، ہندیا، پوربی اصل کے دو سے لفظ ہو یا کچھ دو لفظ اردو کا نہ ہو، مگر اس کے  
 مطابق مستعمل ہے تو بھی صحیح اور اگر اصل کے خلاف ہے تو بھی صحیح۔ اس کی صحت اور غلطی اس کے  
 اردو میں رواج پکڑنے پر منحصر ہے کیوں کہ جو چیز اردو کے نہیں ہے وہ لفظ ہے گو اصل میں صحیح  
 ہو اور چار دو کے کوئی ہو وہ صحیح ہے خواہ اصل میں صحیح نہ بھی ہو، ط اور د اصل ہندو زبانوں  
 کا ہی قاصر ہے اور پھر اردو میں زبان میں داخل لفظوں کے لئے یہ کنگدان کو اصل کے مطابق ہونا  
 چاہئے، اسکا جہنی بنادینے کے ارادہ ہوگی اور مولوی عبدالحق کے الفاظ میں اسی اصول کو اگر منظر کی  
 جانے اور ہر دو لفظ کو اس کی اصل صحت میں لینی میں زبان سے دیا گیا ہے کھانا ہونا شروع  
 کریں تو اردو زبان کوئی زبان ہی نہ رہے گی۔



کو ترقی کرنی ہے و مختلف نظموں کی آمد و رفت بھی جاری رہے گی مگر چونکہ ہر زبان کے نقطہ لے میں حرفوں کی خاص ترتیب ہوتی ہے۔ جسکے حدود اور پیمے کی ایک خاص شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ عربی کے بہت سے حروف نہیں جواہل اڑو اور انہیں کر سکتے وہ پھر یہ کہ بول چال کے لئے عموماً الفاظوں کی آسان و آسانی کی طرف رجحان ہوتا ہے۔ اسے بھی نقطہ کے لئے میں وقت ہوتی ہے آسان کرنے کے لئے عموماً اس میں تبدیلی آجاتی ہے اور زبانوں پر وی جاری ہو جاتا ہے۔ اور عام ہو جانے کے بعد زبان کا ایک عنصر بن جاتا ہے اور جب کبھی اتفاقاً ایک لفظ کی صورت اختیار کر لے تو وہ معتد ہو جاتا ہے۔ دوسرے نقطہ میں دوسری زبان کا جو لفظ اور دو میں آئے گا۔ وہ جب اس طرح لفظ زبان جائے یعنی موثر و نہ ہو جائے۔ اور اردو کے قاعدوں پر چھڑ کر اس کی شکل و صورت نہ اختیار کرے اسکی جنسیت باقی رہے گی۔ اسلئے اردو کے ہر لفظ کی شناخت اس سے ہوگی کہ وہ اردو میں کس شکل میں مروج ہے۔ یعنی کے اعتبار سے بھی نقطہ کے پہلو سے بھی اور تذکرہ قیوت و نیش اور واحد اور جمع کے لحاظ سے بھی۔ اب عربی کا نعتی فارسی کے واسطے سے اردو میں منت اور ہی طرح تماشائی قس شہو گیا۔ عربی مبادل یا متبادل۔ دو میں متبادل ہی صحیح ہے۔ عربی کا اردو اردو میں وہی صحیح ہے۔ عربی جس میں احوال اردو میں واحد استعمال ہوتا ہے، اس طرح کا عربی بقاعد سے بڑھتا ہوا یا معنی لفظ اردو میں سخت سے بھر عربی میں پے سنی ہے۔ آشا اور وہ اردو میں آسا اور بچا۔ یہی ہی ہونے لگے۔

مقدمہ شعرو شاہری میں سوو نامہ لکھی نے صحیح لکھی ہے کہ۔

ایسے لفظوں کو جو عربی یا فارسی یا انگریزی سے اردو میں لئے گئے ہیں اور اصل وضع کے خلاف عموماً استعمال ہوتے ہیں۔ یہ سمجھنا بھی غلطی ہے کہ وہ موجود صورت ہیں۔ عربی یا فارسی یا انگریزی کے الفاظ ہیں۔ نہیں بلکہ ان کو اردو کے الفاظ سمجھنا چاہیے۔ جو اصل کے لحاظ سے عربی یا فارسی یا انگریزی سے ماخوذ ہیں۔ ایسے لفظوں کو قطعاً سمجھ کر ترک کرنا اور ان کو اصل کے موافق استعمال کرنے پر مجبور کرنا جس پر اسی بات ہے کہ لالہ نینک کے بولنے سے لوگوں کو منہ کیا جائے اور لیزن بولنے پر مجبور کیا جائے۔ یا گھڑا بولنے سے روکا جائے اور گھٹ بولنے کی تاکید کی جائے یا خط

اسی طرح کلا پہنت دوسرے سطح نے ایک سو اسی سے دوسرے سو اسی  
 پہنت نے کھا ہے کہ ان سو سو میں مل گئی جبکہ قبل نظم کر دیا گیا ہے قطعاً نادر ہے یہ اعتراض  
 اس اصول سے پہنچنے کی خاطر کرتا ہے کہ شاعر غلطی صورت پر نظم کرتا ہے جس صورت سے کہ وہ اپنی  
 زبان کی زبان پر جاری ہوتے ہیں صحت کے لحاظ کی پروا نہ کر کے بے ضرورت نہیں ہوتی  
 یہ مادہ صحت کی رو سے عمل درست ہے لیکن شرفائے کمال زبان پر اس کا کسی لحاظ نہ کیا ہے  
 دلیل کے طور پر انھوں نے ماہر مل شاعر اور جاتی مناسب اور تقدیر میں اس کا شعاریہ

مگر میں بیدار ہوں اے خوش اطوار ۵ ابرو عمل کے ہیں خود ار ۵ (اختیار  
 دان یقین دل کو ہے گراہ کا کل ۵ خطا ساز کا خواب میں کل پیل گیا (جانی صاحب  
 اسقاط عمل ہو تو کہیں ریشہ ایسا ۵ پھر کوئی نہ چھے بد کیا کہ بیدار ہوں  
 اور آئے کھرا ۵ حفظ عمل یہ کچھ موقوف نہیں ۵ مستعد و انفاذ ایسے ہیں جس کا حفظ لغت کی مدد سے  
 کچھ اور ہے اور نظم عام محاورے کے مطابق کیا جاتا ہے مثلاً اصل مقادیر سے معنی لگا کر یکسر ہے۔  
 لیکن کادے میں چونکہ لکھنا ہوتا ہے اس لئے شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے ۵ ماشی میں انھوں  
 نے جانت ۵ دیر لود سہا کے اشعار بطور سند پیش کئے ہیں۔

کڑے بھرے تراشے دیگے جو کہ نقرہ کا فر شہ ہے پتری کا زنگاہ میں ۵ جرأت  
 است صافا نصیب تیری جان پر فتنے ۵ تو کہ نہ کے رسول خدا کا فتنے ۵ دنیو  
 خدا کے واسطے کلمہ تہوں کا پڑھو ۵ زبان تہ ہے ابھی اختیار ہوتی ہے ۵

اسی طرح معنوی تقریبات بھی ہیں۔ حدود کے بیشتر الفاظ اصل زبان میں جس معنی میں مستعمل ہیں بیدار  
 بالکل دوسرے بھگتے ہیں وجہ عربی میں مذکور دو میں مسبب کے قرن عربی میں ۵ نے کے ہیں۔  
 اسی سے قرین بنا جس کے معنی ہیں ہم سر کے ۵ مقررینہ پوری کے جبکہ اردو میں قرین نزدیک اور قریب  
 قیاسی چیزوں کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ نقد عربی میں پر گھنے کے ہیں مگر فارسی کے واسطے ۵  
 سے ہم نے دام (دکھش لکھنا) کے معنی لے ۵ اسی طرح خبر کو خیر کر کے صدمہ معنی دیا۔ ۵ کو کو حق  
 کے ساتھ ساتھ زمینداروں کے لانا اور خبر لینا ہے و قائل کہو اس کی بنا دیا۔ ۵ لانا سید سہانی مذہبی

۵ معنوں محض انیم ۵ منظور مضامین عکس ۵ از چہست معنوی انیم ۵ پریس بیدار ۵ ۱۰۰-۱۰۱

نے خوش سیمائی میں، ایسے سینکڑوں عربی مصرعوں کی فہرست دی ہے۔ جو اصل زبان میں کچھ سنی رخنے  
میں مگر اردو میں بالکل دوسرے سنی دیکھتے ہیں انھوں نے غلط نہیں کیا۔

۱۰ دوسری زبان کا جو لفظ ہمارے یہاں آئے گا وہ جب تک اپنی ریگائی چھوڑ کر بالکل گھر بوند  
بن جائے گا ہمارے دہلی میں رہ نہیں سکتا۔ یہ کیا وجہ ہے کہ عربی، فارسی، سنسکرت، انگریزی وغیرہ کے  
جو ہزاروں لفظ ہماری زبان میں آگئے ہیں وہ ہماری زبان کے قاعدوں پر چھڑ کر ہماری زبان کی شکل  
و صورت اختیار کر گئے ہیں۔

۱۱ اور اسلئے، لفظ خواہ کسی قوم و ملک کے ہوں گویا دوسری قوم اور ملک کی زبان میں پلے  
جاتے ہیں تو ان کی مثال ان لوگوں کی ہے جو پہلے کہیں نہ تھے وہیں لیکن جب کس ملک کی زبان میں پھنکی  
تو اس دوسرے ملک کے قاعدے اور قانون ان پر چڑھ گئے ہیں سو فتنہ یہ نہیں دیکھ جانا کہ ان کی  
پیدائش کہاں کی ہے اور یہ پہلے کس کی رعایا تھے۔

اس لئے زبان کی اصلاح خصوصاً زبان کو معیار مضامنت پر کھڑا ثابت کرنے کے لئے یہ  
دیکھنا ضروری ہے کہ کس لفظ کا چلن کس سطح پر ہے۔ اور یہ کہ وہ لفظ شعر کے حسن اور تاثیر میں اضافہ  
کرتا ہے یا شکر کو اس سے محروم کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے شعر میں بے ذوق، ٹھیکر، لڑکھائیاں، شکر کا استعمال  
اچھا نہیں سمجھا جاتا اگرچہ شری سلیقہ و بھل استعمال زیادہ اہم ہوتا ہے۔ اسلئے کہ اچھے سے اچھا لفظ  
جیسا کہ بے حد و بے سبب استعمال کیا گیا ہو تو بھی شعرا اپنے حسن اور تاثیر سے محروم ہو جاتے۔  
مگر کوئی لفظ اپنے محسن لفظ سے بہت کہ شرمناک استعمال ہوتا ہے اور اس سے شکر کا حسن اور  
تاثیر بڑھ جاتی ہے اور اس سے استعمال عام کی سند بھی مل جاتی ہے تو اس لفظ کو غلط نہیں کہا جا  
سکتا۔ جیسے نقش کے یہاں شیم، یگم، یا اقبال کے یہاں بے قصاصہ، گریب، بہت خرام، استعمال  
ہوئی ہے۔ اسی طرح قندار یعنی دلی، جوین یعنی پستان، خورد رفت اور خورد رفتی کے یہاں اور خود  
رفت اور از خود رفتی، ذرا یعنی قیل، سدا، سند سیا، کھوج، امت، بمعنی آہ، خورد بمعنی ہرے  
مستاز، مضطر، بمعنی بے قرار، ناہیذا، مگر اور اسی قبیل کے دوسرے لفظوں کو محض اس بنیاد پر  
غلط اور مستزک قرار نہیں دیا جاسکتا کہ ان میں سے کچھ ہندی الاصل ہو کچھ بے قاعدہ یعنی اس لفظ

۱۲ خوش سیمائی، مسجد، معائنہ، پرکھ، نظم، شعر، ۱۳۱۰ء

۱۴ ۲۲۲

کے قاعدوں سے مرست کر اردو میں مستقل ہوتے ہیں  
 اصل یہ ہے کہ مستند کردہ الفاظ اور اسی طرح کے اور دوسرے الفاظ بھی جو اردو میں مستعمل  
 رہے ہیں۔ اگر روایتی کام اور حسن پہلو پر اثر انداز نہیں ہوتے تو قطع نظر اس سے کہ وہ اردو سے اصل  
 معنی ہیں یا غلط یا ان کی جگہ کوئی اور اچھا لفظ مل گیا ہے ان کے استعمال پر پابندی نہیں لگائی جا  
 سکتی اور اگر لگائی بھی جائے تو کامیاب نہیں ہوگی۔

اسی طرح وہ الفاظ بھی جو فارسی یا عربی زبانوں کے قواعد کے قیاس پر بنائے گئے ہیں۔  
 مثلاً مشکوٰۃ، راسخی، عادی، منسوب، استقامتی، رومی، اندازاً، نمونہ، زہانت، بادشاہت  
 وغیرہ چونکہ اردو نے انہیں برسلع پر اپنا لیا ہے اس لئے انہیں غلط کہہ کر اردو سے نکالنے اور  
 استعمال نہ کرنے کی فرمائش کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ بلکہ وہ الفاظ بھی جو صرف قاعدہ صرفاً ہو گئے  
 ہیں ان کے استعمال میں ہمنے کے سبب ان کے استعمال پر بھی پابندی کامیاب نہیں ہو سکتی، جیسے  
 سنسی خیز، تابعدار، پیش و فیر، ناقصات کے ضمن میں آنے والے کھنوں کا خیال ہے کہ

• ناقصات میں بھی غیر ہندی کا غلط ہندی غلطوں کے ساتھ جائز نہیں۔ لہذا دیکھو  
 سنسی خیز، گاڑی ہان وغیرہ کی ترکیب غلط ہے۔ مثلاً دیکھو لفظ کا استعمال عام میں ہوتا تو محکم  
 ہے مگر چوڑی بان اور سنسی خیز کا استعمال عام اور خاص برسلع پر ہوتا ہے اسی لئے اس کو اور اس طرح  
 کے دوسرے لفظ کو غلط سمجھنا اس لئے ممکن نہیں ہے کہ یہ اردو کے لفظ ہو گئے ہیں۔ مثلاً تابعدار غلط  
 ہے جو قاعدے سے غلط ہونے کے باوجود عام اور ثقافت بھی کے یہاں تمام و ستر دونوں میں مستعمل ہوتا  
 ہے۔

مثلاً سال باپ کے حکموں پر چلی کی طرح پھر قریب دھم خور، چوڑی کی ہیں ماؤں کی ہجدار تم  
 اپنے اختیار و مانع و مانع کے کب خستہ ہیں، جیسے یہ محکم ہیں وہ سب بھی تابعدار ہیں  
 (ملاحظہ ہو غلط لفظ)

جو کچھ کہہ کر حکم ہو، چاکر ہوں اور ہجدار + جو کچھ کہہ کر امر ہو بندہ ہوں اور خدمت گار۔  
 اسی طرح اور مثالیں جناب رشید حسن خاں صاحب نے زبان و قاعدہ میں

۱۰ نظام اردو سنہ سہ ہجری ۱۳۵۰ء، ص ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰

دی ہیں۔ ع

سوال یہ ہے کہ جب کوئی لفظ جو از روئے اصل یا قواعد غلط ہی ہے کسی زبان میں عام ہو نہیں خواص کے ہی استعمال میں ہو تو اسے غلط قرار دے کہ زبان سے خارج کرنے کی کوشش کر لیا جی اٹھیں نہیں ہے اس لئے کہ بقول مولانا شبلیؒ۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ زبان کی ابتدا محال ہے ہوتی ہے اور یہ کہ وہ محض الفاظ سے بالکل بے خبر ہوتا ہے خواص میں زبان کوئے کرکٹ چھانچہ کے اسلحہ کر لیتے ہیں۔ اصل میں وہ بہت سے لفظوں کو اسی طرح چھوڑ دیتے ہیں۔ جس کی وجہ کبھی تو یہ ہوتی ہے کہ وہ لفظ الفاظ اس قدر عام ۲ رواج پا چکے ہوئے ہیں کہ محنت کے ساتھ بولے جائیں تو عام لوگوں کی سمجھ میں نہ آئیں اور کبھی یہ کیلئے زبان کی عزت اور خود نشاندہی کی دلیل بھی جاتی ہے کہ دوسری زبان کے الفاظ میں آئیں تو اس کے قالب میں ڈھل کر آئیں۔ ع

اور دوسری زبانیں اگر ایسا نہ کریں تو وہ مردہ ہو جاتی ہیں۔ بقول پنڈت داتا تریہ کیلی۔  
جب کوئی زبان فردست صبح کے بغیر دوسری زبان کے کلمات اور مرکبات مستعار لینے کی بجائے ہو جاتی ہے تو اس کی صرفی استعداد، اشتقاقی قوت اور اختراعی صلاحیت فنا ہو جاتی ہے۔ اور لفظ دینی نادری اور دھندلگری کی درست کو پہنچ جاتی ہے۔ ع

اساتذہ متاخرین اور مضمحلہ کھنڈ کے اساتذہ نے اور زبان قادیان کی دیکھ چکے درست کرنے کے جذبہ سے جہاں اس میں باقاعدگی اور باقاعدگی کا مضمین پیدا کیا ہے وہیں اس کی اختراعی صلاحیت اور زبان کے سوسائٹوں کو نظر انداز کر کے اختلافات کو لگی جنم دیا اور نقصان بھی پہنچا۔

اشتقاق، لفظ، معانی اور اس کے لحاظ سے اردو میں دفعی عربی و فارسی قتل یہی ہے تب تب لیاں ہوئیں یہ تبدیلیاں فطری ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ان سامنے تغیرات کو جو بول چال میں مد آتی ہیں درجہ فصاحت نہیں دیا جاسکتا لیکن وہ تبدیلیاں جو استعمال عام کے سطح تک

لے زبان لکھنے والے نے لکھی ہیں۔ ع  
۱۔ زبان لکھنے والے نے لکھی ہیں۔ ع  
۲۔ زبان لکھنے والے نے لکھی ہیں۔ ع  
۳۔ زبان لکھنے والے نے لکھی ہیں۔ ع  
۴۔ زبان لکھنے والے نے لکھی ہیں۔ ع  
۵۔ زبان لکھنے والے نے لکھی ہیں۔ ع  
۶۔ زبان لکھنے والے نے لکھی ہیں۔ ع  
۷۔ زبان لکھنے والے نے لکھی ہیں۔ ع  
۸۔ زبان لکھنے والے نے لکھی ہیں۔ ع  
۹۔ زبان لکھنے والے نے لکھی ہیں۔ ع  
۱۰۔ زبان لکھنے والے نے لکھی ہیں۔ ع



پہنچ گئی ہیں جہاں خاص و عام بھی جھوٹوں نے ان کو اعتبار کی سند بخش دی ہے جن کو قول زبان کو  
 ترقی سے روک دینا ہے یہ بھی حقیقت چنانکہ ہر زبان کے کچھ قواعد و ضوابط ہوتے ہیں جن کی بھی سمجھ ہے  
 کہ لغو و بابتا قواعد اور ضوابط کی سرچ کر نہیں رہا ہوں۔ بہت سے الفاظ و ترکیب مشتق و مختص  
 اور محال کے اعتبار سے قواعد و ضوابط کے خلاف ہوتے ہیں۔ اب اگر ضابطہ قاعدہ بنے ہوتے  
 ہیں تو ضابطہ ترکیب اعتباراً عام ہوتا ہے۔ ضابطہ کی جتنی چیزیں ہیں تو ان کی اصل لغو کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ لغو کے  
 معنی کی طرف رجوع اور ان کے اصل معنی کے اعتراف کی طرف غلطی پر اصرار تو صریح ہے۔ تو ہمیں  
 ہی۔ خط۔ حیران، حیران، فرشتہ، ہیئت، جو کچھ دلائل پڑھنے پر زور دینا چاہیے کہ کوئی بھی  
 کے پیچھے اٹھتا ہے۔ لیکن اسکے باوجود بے قاعدگی سے بنے ہوئے الفاظ و ترکیب کی بنیاد پر دوسرے  
 الفاظ و ترکیب بنا کر استعمل کرنے کا بھی جو ذہن چاہیوں گا اس لئے کہ بے قاعدہ بنائے ہوئے الفاظ و  
 ترکیب کا بھی قبولیت کی سند حاصل کرنا ضروری ہے۔ جس کے لئے زکوٰۃ صحت مقرر کی جا سکتی ہے اور  
 کوئی قاعدہ بنایا جاسکتا ہے۔ اور یہی مختلف کو مختلف اور نظم کو نظم پڑھنے یہ استعمال کرنے کا کام نہیں  
 ہوتا ہے۔ ابتداً استعمل ہمارے قاعدے کے تحت بعض فعلوں کو شعر میں اصل حرکات کے ساتھ مد و جمل  
 چال میں، بول چال کی حرکات کے ساتھ جائز، نہا چاہیے۔ مثلاً بول چال میں تہ، جہت، مد و جمل مد و جمل  
 ہے۔ شعر میں بسکون، مد و جمل ہی استعمال ہوں گے۔ زبانوں میں جس سے زیادہ قاعدے قانون پر اصرار  
 اور مترکات کا سلسلہ ان کی موت و نیست کا سلسلہ بناتا ہے۔ اس لئے کہ زبانیں عوامی سے چھوٹی ہیں  
 اور وہ ان کا حفظ بھی کرتے ہیں۔ ان سے زیادہ دور کی زبان کو مد و جمل اور آگے چل کر ان کو مد و جمل  
 دیتی ہے۔ لیکن زبان کی ترش حراش مد و جمل کو سوار نے اور سجانے بنانے کا کام خاص ہی کرتے ہیں  
 اور خاص کا حق تمام کو نہیں دیا جاسکتا۔ البتہ دو فعلوں قد و قد، استعمال و قربت کا احساس ضروری  
 ہے۔ یہ تحریری حرکات، زمانے کے مختلف درجات مختلف علم و فہم کی وسعت اور ان کی ہر گز  
 کو بھی دیکھ میں رکھنا چاہیے۔ خاص لہجہ سے آج کے زمانے میں۔ مد، مد، مد، سمیت مد سے  
 بچتے الفاظ کو مترک قرار دینا زبان کے کسی بھی پہلو سے مفید نہیں ہے۔ مگر یہ کہ تاثر و توجہ محرک  
 کہنا ہے اسے ہی ذہن میں رکھنا ہے۔ کہ

زبان کے لئے وسعت ضروری ہے۔ لیکن سب سے زیادہ چیز ہے۔ کتنی ہی دھیل دی جائے  
 لیکن یہ کیوں کر قابل قبول ہو سکتا ہے کہ ہر غیر عقلی و غیر انسانی ترکیب یا لہجہ ہے اور اس کو بے غلط



استعمل کیا جاسکتا ہے۔ غزل میں اس کی تھوڑی سی خاصیت کا حکم تو قطعاً منعکس ہے۔ شاعری خواہ  
 نئی یا پرانی ہر سطح پر لفظ اور ترکیب کو بھی یوں نہیں کرتی اس لئے سیدھے الفاظ و ترکیب کا سادہ اور بے  
 سزا اور بول چال میں بھی غیر عطفی و غیر امتناعی درجہ کا اردو کے روزمرہ، محاورے اور مزاح سے  
 ہم آہنگ ہو ضروری ہے مثلاً آگ لپکے لپکے آتش زنی کو ترجمہ دی جائے گی۔ اور آتش زنی سے بجائے  
 آگ زنی کو لفظ لانا جائے گا۔

تلفظ کے حصے میں ایک پہلو یہ بھی قابل غور ہے کہ کوئی لفظ کسی حالت میں گہرے گہرائی سے  
 تو دوسرے حالت میں یہ نکلے گا۔ ایک ہی لفظ کے لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسے استعمال ہو گی سند  
 لیا گیا ہے۔ پہلے ہی مکی ہے۔ مثلاً رنگت اور رنگائی بہت سی جگہوں پر یکساں اور بے کافیت  
 ہے۔ اس کی جگہ ایک کو صحیح اور دوسرے کو غلط بھی نہیں کہا جاسکتا اس سلسلے میں مناسب یہ ہے  
 کہ جو لفظ مزبور لغت صحیح ہو اسی کو مرید اور مستند مانا جائے۔ رشید حسن خاں صاحب نے زبان،  
 اور قواعد میں اردو کے بہت سے لفظوں کا جائزہ دیتے ہوئے کچھ غلطیوں کے کسی خاص لفظ  
 کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ یہی سننے میں آیا ہے۔ اب اسی طرح بولا جاتا ہے یا اردو کے لیے سے  
 میل نہیں کھاتا اس نکتہ کے ساتھ حسن ترتیب لانا بھی صحیح نہیں ہے۔ مثلاً لفظ اچھنڈ کے لئے کھاک  
 فارسی میں میم ساکن ہے۔ صاحب فیاض لغات نے خاص لفظ پر سرمرست کی ہے کہ یہ منہ جم لفظ  
 ہے۔ تیسرے ملک یہ لفظ موجود نہیں ہے۔ فہر میں ہے اور اس میں بھی یہ منہ جم کو لفظ کہا گیا ہے۔ البتہ  
 اسیر لغات میں غ پر پیش دیا گیا ہے۔ اگرچہ اردو میں یہ لفظ اسی طرح مستعمل ہے۔ گھنٹ گویں  
 کا حضرت خلیاں رہتا ہے اور یہ سکون جم اردو کے لکھنے میں نہیں کھاتا اور منہ جم سکون مسیم  
 بھی مستعمل ہے یہ منہ جم پر اصل صحیح نہیں ہے۔ اسی میں اس کو یہ کہنا کہ کسر نقل میں آتا  
 ہے۔ یہ لفظ برز گھنٹ گویں کسر اول میں آتا ہے۔ یا بہانہ کو یہ کہنا کہ اس لفظ پر فتح دل بھی ہے۔ یا  
 جسامت کو کہنا کہ بول ہال میں کسر اول میں آتا ہے اسی طرح غبارت کے لئے بھی یہ کہنا کہ اردو میں عام  
 طور پر کسر اول مستعمل ہے۔ اسی کے لئے یہ امر اذیک اردو میں اس کا ایک اختلاف بھی ہے اس لفظ  
 کو لیا جاسیے گا





# بحث متروکات

اقبال جتنی تسبیح اللہ علیہ اور حق کے شکر و دل نے اور زبان خصوصاً شہری زبان کی  
اصول و تقابک جو شش کی رو بہ باری طور پر تارک کے روشہ قلم و کی کوششوں کی کوشاں تھیں اور حق  
میں جذبہ دراصل ہی تھک کر فروغ بن کے حوالے سے قلم کی کلم سے زیادہ سے زیادہ قریب اور زیادہ سے زیادہ  
شہری اور شہری زبان میں جاتے تھے کہ کہنے کے تہذیب و وہ بھی پس معرکہ ہم آہنگ ہو سکے۔ اتیر پنا کی ذر  
پہننے ایک شاعر کے ہم نیک خط میں بات دیکھنا کے باعث یہ لکھ کر

بات دیکھنا براہ دیکھنے کے معنی میں فصاحت دہی و کہنے کی زبان نہیں۔ تیر کا کہت  
اس وقت سہہ نہیں ہو سکتا۔ اس وقت ہوتے ہوں گے رب کوئی نہیں جوتا۔  
محران اور ادوات چرخ فی فلک کی تخیل اس میں ہزاروں محاسن کو فروغ دے لکھی  
من بعد ان کے پاس ہی ہے یہ کیفیت بات دیکھنا کسی طرح سمجھ نہیں۔ میں بھی آپ  
سے متفق ہوں نہ

اس طرح نہ فاجعہ کو بھی تیر نے پسند نہیں کیا۔ وہ لکھ کر بھانا پسند آئے کے معنی میں فصاحت کو پسند نہیں  
نہایت میں اگر اہل دہی جوئے میں قوایں شوق سے لکھے و کچھ زبان کا بھی آپ کو بہت محال ہے۔ ط  
اسی طرح لفظ بکھر نہیں بھی انھیں پسند نہیں (مضمون معراج ابرار ص ۱۱۱)

دوسری وجہ زبان کی وسعت اور شہری کثرت بھی تھی جس کی وجہ سے زبان کے معاملے میں بہت سی  
ہے اسویں ہادی تھیں ان کے روکنے کے لئے بہت سے قواعد مضبوط بنائے گئے اور متروکات کا  
ذکر کر کے عام شہر کو گونا گونا اور ان شاعروں کو خصوصاً ان کے استعمال نہ کرنے کی ہدایت دی گئی۔  
خود تشبہ لکھنوی نے افادات میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں اس فن شریف کی قدر ایسی جاتی رہی  
ہے کہ اسے ہر شخص نظر معارف سے دیکھتا ہے یہی سبب ہے کہ میں نے دوچار شہری عورتوں کو یہ

یہ کتاب لکھنے میں مددگار بنی ہوئی ہے۔ یہ مضمون معراج ابرار ص ۱۱۱ میں ہے۔ یہ لکھنوی لکھنوی لکھنوی

مرہولی کہ اب شاہوہنا چاہیے۔ اور دوستا دہا جائے۔ یہ خیال خوش کہ دستا داپ سے بن  
جائے تو سب سے۔ مگر دست واصل کی فضا سخت دشوار ہے۔ اور اسکے لئے بیت سی باتیں لازم ہیں۔ لے  
شوق نیوی فی اسان میں لکھا ہے کہ ۔

• چوں کہ اکثر قوت مند کو اردو شاعری کے فن و فنی و ادبی میں سرگرداں پایا مگر باہر مٹو کریں  
کھاتے دیکھیں۔ انہی کے ساتھ کوئی نئی و شغیت ہے کہ اس سر نہ خیال سے باز رکھے اور نہ  
کٹا خضر نہا ہے کہ سید مگر۔ جو بتائے بظرف جی میں یا چوں نکلے اور بہر طبیعت جا ہی قدم  
بڑھا دیئے۔ زبانی کہ جڑھا دیا۔ عاقل ہے زبانی کے اقرار کا خیال۔ زمانے نے کتنے  
پٹے کھائے مگر ان کی بہ لہجہ جہنم کا کہ خیال ہی نہیں کہ عالم میں کبھی یہ ہوا تھا  
اور اب کیا ہوتا ہے۔ میرے گوش و ہمت نے نایت بہر روی سے اس سر کو قبول نہ کیا  
اور مجھے ایک چھوٹے سے رسالے کی تکلیف پر آمادہ کیا لا ما

کسی زبان میں سب دست آتی ہے تو اس میں اور اندر کے وطن جتنا بھی شامل ہوتا  
ہیں۔ اس نے ان کی کائنات چنانچہ ضروری ہو جاتی ہے۔ جہاں دیں صفی کی پہلے پہل صفی میں  
انگریزی کے اثرات بڑھنے کے سبب جہاں عربی اور فارسی کے قواعد و ضوابط اور ان زبانوں سے  
رابطہ و تعلق کٹر ہو گیا تھا۔ اردو پر بھی گرفت کر دیتی جا رہی تھی۔ اور انگریزی اور مضافی اثرات کے  
تحت آزادی بھی ہوتی جا رہی تھی۔ مگر یہ زبانوں کی ہر نگاہیں یہ مرحلہ زری ہوتا ہے۔ اور اس میں الفاظ  
لوا بھی ہوتا ہے مگر ان زبان حضرت اسول و ضوابط یہ زور دیتے ہیں۔ نظام اردو مرتب کرنے وقت  
جناب آرزو کھنوی کو بھی وقت و مشق تھی۔ چنانچہ انھوں نے اس کے کچھ حصے حصے میں اردو زبان  
کے اجزائے ترکیبی کی تشریح و تقسیم کے بعد اردو زبان بیان ہوئے ہیں۔ جس سے اردو کا ایک  
اصول اور مستقل زبان ہونا واضح ہوتا ہے۔ دوسرے حصے میں استعمال الفاظ کے قواعد و اصول وضع  
کئے ہیں۔ جبکہ زیر نظام الفاظ کے لئے عنوان اور مترادفات کے لئے خصوصاً محل استعمال مقرر  
ہو گئے ہیں۔ چنانچہ پہلے حصے کی ضمیمہ کے وجہ بیان کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ  
کیوں کہ یہ نمونہ مباحث میں زبان و فن کے مسکب بگاڑتے ۔

نفاذات از حضرت علامہ مولانا محمد رفیع الدین صاحب دہلی  
مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند  
۱۳۸۵ھ



بکہ کہیں کہیں تو ایک شخص کے مختلف اقوال میں تناقض نظر آتا تھا۔ دائل یا قوسے ہی نہیں۔ سوال کو ہر علم کے سامنے عقیدہ قندی کے ساتھ سر تسلیم خم کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ اور جو دائل تھے وہ عقائد ایک ہی طرح کی دو نظموں میں ایک جگہ دیل صحت اصل لغت قرار دیا جاتا تھا تو دوسری جگہ مستعمل تھا۔ اس تک خاص وجہ یہ تھی کہ زبان کے حدود و معنی تھے نہ فصاحت کے اصول۔

دوسرے حصے کی وجہ تصنیف بقول مصنف: وہ وقت تھی جو مترادفات کے وقت پیش آیا کرتی تھی۔ یہاں بھی ہر شخص کا ذوق اس کا رہنا تھا۔ اور اتحاد مذاق محال۔ بجز غور و زوق کا ایک صلت پرانی۔ ہنسا دشوار۔ یہی وجہ تھی کہ ایک ہی شخص کے فیصلے متضاد ہو کر آتے تھے۔ مترادفات کیسے نہ کوئی فرق میان کی نظر تھا۔ من مروت ۵۴

اس ترکہ و استہار کے مجھڑے میں ایک پہاڑ صندھ وہ بھی تھا جس کو دبستان کھنڈہ دبستان دہلی کے اختلافات و امتیازات کے عنوان سے چاہا جاتا ہے۔ دستور الشعراء مولفہ کمال کھنوی اصل زبان اردو۔ مولفہ عشرت کھنوی اور قدرا لہ اصطلاحات مولفہ قرار شاہیچاں پوری، اور دستور الشعراء کی تردید و تصحیح پر متکل منیائے کھنوی کی تالیف تصحیح دستور اور فرہنگ ہمیشہ اور قدما لغات۔ سے اختلافات اور ایمادات اور محکومہ کج کیفیت و شر کے باعث۔ خوب عزیز جنگ بہادر دکان کے کامیاب۔ معیار فصاحت میں مترادفات کے سما کے اور تھپا تر شمس کھنوی کی تصنیف کھنوی زبان کے باعث میں یہی جذبہ کار فرما نظر آتا ہے۔ البتہ خوب عزیز جنگ بہادر لغات اپنے جائزے میں ذوق عظیم کو اپنا رہنما بنا لیا ہے۔ اور ان کو مستند لگتا ہے۔ جو اردو کے ساحر اور فارسی سے بھی واقف ہوں اور استادان سلف کے چہرہ بول ان کا خیال ہے کہ اساتذہن معاصرین کے بلا تصانیف کی لغات کو ترک نہ کریں اس کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ اگر کسی لغت کے ترک پر سب کا اتفاق ہو تو وہ درست ہے اس میں بھی کہ کوئی مترادف لغات استادان سلف کے کام میں ہے تو وہ اس کو غیر مستعمل بنے بلکہ اس ترک کو استادان معاصر کا خاص ذوق خیال کرتے ہیں۔ لہذا بہت برحق مومن و ماترین کی نے اپنے ایک معنوں میں مترادفات و دوسرے متعلق بحث کی ہے اور سہل اٹھایا ہے کہ

۱۔ ایک قطعیت سے اردو میں مستعمل ہے اب جو سے ترک کیا جاتا ہے تو اس بنا پر؟

انعام اللہ دہلا: مشاعرہ کھنوی محبوبہ و حبیب الدین اور ان کا مری کھنوی۔  
نہایت فصاحت: "نہایت عزیز و غلیظ" "نہایت کلام" "نہایت فصاحت" "نہایت فصاحت"





طرح بانڈھا ۔ ۔ مبادوہ معمول جھٹکے کہ پس سحر ہو جاتے ۔ اس کو گویوں نے قبول نہیں کیا اور سرشار عروہ و شک و سہمے گئے کہ آپ کو محاورہ ترجیح کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ۔ بھوت کی مولہ مستحکم دہری ۔ ہری مقرر میں ۔ عرض و فیض نظر نہیں آتا اور تڑکے کی جگر سحر سماعت پر گراں نہیں ہے ۔ لیکن اس کا ہوا از مہا ناپسند کر لیا جاتا ہے ۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ آنکھ سے دیکھنے کی جگہ ہنٹھ سے دیکھنا اور نگاہ سے کو مینی بالفت جھٹکے میں کیا ۔ عرض و سکتے ۔ محاورے کی تجدید بحث نہیں مگر اس کی نوعیت پر تہمت عام ممکن نہیں اور یہی ہے محاورت کی صحت اور عدم صحت کا توازن کچھ میں آسکتا ہے ۔ باط

مولا نے ایک اور اصول کی طرف توجہ دلائی ہے ۔ اور اس ضمن میں وہ اصول بھی بڑا ضروری ہے ۔ صحتی ۔ حفاظ کا اخذ و ترک کسی وحی یا الہام کے ذریعے سے نہیں ہو کر نا بلکہ ایسی زبان کا سواں علم جس سے وہ لفظ کو بغیر کہنی کے بے سماعت ہونے لگتے دی ۔ و ذمہ پہنچاتا ہے اور وہ ظاہر ہے کہ ہر مینا عطف و جدید محاورہ کسی نہ کسی کی زبان سے بھی نکلتا ہے اور سننے والے حسب پسند اپنی تکرار استعمال سے اس کو مروج بناتے رہتے ہیں ۔ اس کے لئے کو ماکاتین کی طرح لکھنے والے ہم خوش و بالائے خوش نہیں ۔ تھے کہ ان فریڈل سے وہ ناہی کی توقع اور ناہی معلوم ہوتا رہے کہ یہ لفظ پہلے کس زبان سے نکلا تھا ۔ کجاں کی جگہ ہوتا ہے کہ جب وہ لفظ ظاہر سے عروج ہو جاتا ہے اور مرکزی و سنہی پڑے ۔ لکھ لکھ جوتے تھے ۔ تو جان لیا جاتا ہے کہ اس کا سنہ قبول حاصل ہوگئی ۔ اسی طرح فصاحت اور عدم فصاحت کا سنہ ہے ظاہر ہے و محتاج و کل سے متعلق ہے ۔ اس سلسلے کا ایک واقعہ دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ مرثا غالب سے بعض اہل کھوت نے آپ ۔ اور ۔ اپنے آپ ۔ کی فصاحت اور عدم فصاحت کی بابت سوال کیا تھا ۔ ظاہر ہے کہ اس قاعدے کے مطابق کہ الفاظ و حروف کی زیادتی و کمی بعض اوقات لفظ فصاحت کو حق اپنے آپ ۔ کہ جگہ آپ بھی ہے ۔ مگر زمانے سے جواب یہ لے دیا کہ ظاہر فصاحت تو آپ ہی معلوم ہوتا ہے ۔ البتہ ایک قیامت نظر آتی ہے ۔ اگر ہم نے فقرہ کسی سے صاحب ہو کر کہا کہ ۔ میں آپ کو لکھتا ہوں جو کم جانت ہوں تو کہنے والا تو ازراہ انکس اس منبر کا استعمال اپنے لئے کہے گا کہ بہت حق ہے کہ طالب اس منبر کو اپنی طرف راہ لے لے ۔ اسی ایک لفظ سے معیار فصاحت کا نفاذ ہوتا ہے ۔ بہت سے فقرے ایسے لکھتے

ہیں۔ کہ بظاہر بعد کی ساخت میں کوئی شکست نہیں ہوتی مگر معنوی رکاکت اس کے بزرگ پر عبور کرتی ہے اور اس کا بکھنا و جہان صحیح اور مزین سیم کے صحیح کے ذمے نہیں۔ مثلاً کرنا، مرنا، گھٹنا، اٹھنا، مرنے کا ترجمہ اردو بول چال میں فصیح۔ سلیس اور روزمرہ کے استعمال لفظ ہیں۔ لیکن ان کے معنی و گروانا، مروانا جیسی اور فصاحت سے رہے ہیں۔ مثلاً شریع نہیں ملے۔

بہر حال صحت و عدم صحت، حفاظ اور اخذ و ترک کے معنی میں زبان کے فعلی لفظوں اور ایک خاص طبع کے قوانین کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

زبانوں کی صفائی اور معیار بندی بھی ضروری ہے۔ صرف بان میں ایک ہی عمل کا ہونا ہر زبان کیسے نیا و پتلا بھی ہو۔ مگر مجموعی طور پر اس سے زبان کو خاصا فائدہ پہنچا۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر سید محمد شہ نے دو اصولوں کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ پہلا یہ کہ کھانا ہے کہ در دو میں اصول زبان کا سلسلہ دکن کے دور کے اختتام کے بعد شمالی ہندوستان یا شاہ حاتم اور نظر جان جہاں شروع ہو کر حیر و مرزا کے زمانے تک ترقی پکڑ کر عربی و فارسی کے وسیع کے وسیع پہنچا ہے اس میں ابتدا تا انتہا اصول خاص طور سے ملاحظہ فرماتے ہیں۔ اول زبان کے باگ و بار و تشویش کی صفائی دوم مانج الاغت اشرافی زبان ووزمرہ کی فصاحت کی کفار کی بندی لفظوں کی ترکیب ہے جس کی علامت تہہ ہی ہے بعض اوقات موت کی نذر بھی ہوتی ہے اسی طرح غیر اشرافی گواری سے الفاظ بیشتر اوقات لفظوں کے انجبار سے قاصر رہتے ہیں۔ جو کسی تجربہ کی محرکت کے لئے فنی ہوتے ہیں تاہم اس کے بھی اصل ہی تھے اور انھوں نے ان اصولوں کی مدد سے شاعری کو نیا و خوش آواز اور زیادہ مانوس اور عملی لفظ سے بندھایا و بالکل بنانے کی کوشش کی ہے۔

قطع نظر اس سے کہ اس کے اصول تھے بھی یا نہیں اور یہ کہ ان کے بنانے میں جو الفاظ و یا ترکیب متروک قرار پائیں وہ ہونا متروک نہیں زبانوں کی ترقی و ترقی اور اس میں زیادہ لطافت لانے کے ساتھ ساتھ اسی زبان کے اپنے شخص اور طبع کے اصول کو بھی سامنے رکھنا چاہیے تھا۔ مثلاً داخلہ کی ان کوششوں میں ذاتی ذوق اور علاقائی مصیبتیں نہیں رہیں جس سے اختلافات بھی سامنے آئے کہ جتنے جتنے گئے ان کا استعمال ہی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جہاں اور اردو کے اپنے مزاج کو نظر

انماز کر دیا گیا تھا۔

مگر مجموعی طور پر سب بحال اس سے زبان نہ یادہ صاف اور شست خوش گویا بند پاب اور تھکین ہوئی مسطونک پی شستانت سکون ہوئی اور اس کے شری مزاج میں نہ یادہ صاف انت پیدا ہوئی۔

آئندہ لکھنوی نے میا، صحت کلمات کے سطح میں ایک اصول یہ بتایا کہ صبح وہ نقطہ ہے کہ ہر حالت میں یہ اختلاف عام فضا میں ایک شروع ہوتا ہے اور فضا وہ نقطہ ہے جس میں بعض خاص اصول کے مطابق ہونے لیں۔ اور عوام اپنی ہیئت سے جس طرح چاہتے ہیں۔ ہر لکھتے ہیں۔ جیسے کہ پانچویں کو کو اب اور شروع ابے کچھ کو تا کچھ وغیرہ، ساتھ ہی یہ اصول بتایا کہ ریش ک وضع بھی صحیح نہیں۔ کہ کسی زبان کے مخصوص حروف کا استعمال غیر زبان کے کلمات کے ساتھ درست نہیں۔ صرف ان کے قواعد کے معنی میں غلط نہیں کہ وہ محاذہ اردو ہے۔ عا یہ صبح ہے کہ کو اب، اور شروع جیسی باتیں زبان درست نہیں تسلیم کی جاسکتی اس لیے کہ یہ خاص ہوتے ہوئے استعمال کرتے ہیں۔ اور نہ ہی غلط استعمال خاص ہے۔ لیکن لفظ ریش خلاف قاعدہ ہی جی اور غیر استعمال ہوتا ہے۔ لفظا نے فیصلے طاعت میں۔ ریش، ریش، کا حال صمد کھائے۔ (انہ کو باب ۱۲۱)

آئندہ اردو لفظیات میں اس کے معنی دیے گئے ہیں۔ لکھنا اس کو عام سے متعلق بنایا ہے۔ یہ دراصل لفظ عوام کے ضمن میں آتا ہے۔ یعنی کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ لفظ ان کا میں ہی ان کو جائز ٹھہراتا ہے اسی طرح انہا میں اور زیبائش ہے۔ جو خاص اردو لفظ ہو گئے۔ اور ان کا میں ہی عام ہے۔ اس لیے مقلدوں کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔ لفظ سو کو کی آن لکھنوی نے شروع کر دیا۔ شروع ہوئی نے کہ لکھنوی نے ترک کر دیا۔ مگر ہرے نزدیک بعض لفظ جان فصاحت سے جیسے جو جو سو ہو۔ ۱۔ ۲۔

خود اردو لکھنوی نے لکھا ہے کہ وہ لفظ جس کا جہل نہ ہو کسی میں قابل ترک نہیں جیسے سکراس کا مفہوم سرگرمی اور قوت سے ادا نہیں ہوتا لہذا ترک کی قدرت ظاہر ہے۔ عا کی طرف اردو بہت سے مقلدوں کے ہاتھ میں معذرت لکھنوی اور دلی بلکہ خود حضرت لکھنوی میں اختلاف پایا جاتا ہے لفظ بعض ترک لکھنوی کا جس بعض لکھنوی پر اس کو تصدیق سے استعمال لکھتے ہیں۔ کہ اس سے شروع کا میں اور تلمیذیہ جال؟ شگفتہ بجائے نہ یاں، ٹال، بجائے یہاں وہاں وغیرہ۔ جس کا استعمال اس قدر کے یہاں نہ مستحق

۱۲۱  
۱۲۲  
۱۲۳  
۱۲۴  
۱۲۵  
۱۲۶  
۱۲۷  
۱۲۸  
۱۲۹  
۱۳۰  
۱۳۱  
۱۳۲  
۱۳۳  
۱۳۴  
۱۳۵  
۱۳۶  
۱۳۷  
۱۳۸  
۱۳۹  
۱۴۰  
۱۴۱  
۱۴۲  
۱۴۳  
۱۴۴  
۱۴۵  
۱۴۶  
۱۴۷  
۱۴۸  
۱۴۹  
۱۵۰  
۱۵۱  
۱۵۲  
۱۵۳  
۱۵۴  
۱۵۵  
۱۵۶  
۱۵۷  
۱۵۸  
۱۵۹  
۱۶۰  
۱۶۱  
۱۶۲  
۱۶۳  
۱۶۴  
۱۶۵  
۱۶۶  
۱۶۷  
۱۶۸  
۱۶۹  
۱۷۰  
۱۷۱  
۱۷۲  
۱۷۳  
۱۷۴  
۱۷۵  
۱۷۶  
۱۷۷  
۱۷۸  
۱۷۹  
۱۸۰  
۱۸۱  
۱۸۲  
۱۸۳  
۱۸۴  
۱۸۵  
۱۸۶  
۱۸۷  
۱۸۸  
۱۸۹  
۱۹۰  
۱۹۱  
۱۹۲  
۱۹۳  
۱۹۴  
۱۹۵  
۱۹۶  
۱۹۷  
۱۹۸  
۱۹۹  
۲۰۰  
۲۰۱  
۲۰۲  
۲۰۳  
۲۰۴  
۲۰۵  
۲۰۶  
۲۰۷  
۲۰۸  
۲۰۹  
۲۱۰  
۲۱۱  
۲۱۲  
۲۱۳  
۲۱۴  
۲۱۵  
۲۱۶  
۲۱۷  
۲۱۸  
۲۱۹  
۲۲۰  
۲۲۱  
۲۲۲  
۲۲۳  
۲۲۴  
۲۲۵  
۲۲۶  
۲۲۷  
۲۲۸  
۲۲۹  
۲۳۰  
۲۳۱  
۲۳۲  
۲۳۳  
۲۳۴  
۲۳۵  
۲۳۶  
۲۳۷  
۲۳۸  
۲۳۹  
۲۴۰  
۲۴۱  
۲۴۲  
۲۴۳  
۲۴۴  
۲۴۵  
۲۴۶  
۲۴۷  
۲۴۸  
۲۴۹  
۲۵۰  
۲۵۱  
۲۵۲  
۲۵۳  
۲۵۴  
۲۵۵  
۲۵۶  
۲۵۷  
۲۵۸  
۲۵۹  
۲۶۰  
۲۶۱  
۲۶۲  
۲۶۳  
۲۶۴  
۲۶۵  
۲۶۶  
۲۶۷  
۲۶۸  
۲۶۹  
۲۷۰  
۲۷۱  
۲۷۲  
۲۷۳  
۲۷۴  
۲۷۵  
۲۷۶  
۲۷۷  
۲۷۸  
۲۷۹  
۲۸۰  
۲۸۱  
۲۸۲  
۲۸۳  
۲۸۴  
۲۸۵  
۲۸۶  
۲۸۷  
۲۸۸  
۲۸۹  
۲۹۰  
۲۹۱  
۲۹۲  
۲۹۳  
۲۹۴  
۲۹۵  
۲۹۶  
۲۹۷  
۲۹۸  
۲۹۹  
۳۰۰  
۳۰۱  
۳۰۲  
۳۰۳  
۳۰۴  
۳۰۵  
۳۰۶  
۳۰۷  
۳۰۸  
۳۰۹  
۳۱۰  
۳۱۱  
۳۱۲  
۳۱۳  
۳۱۴  
۳۱۵  
۳۱۶  
۳۱۷  
۳۱۸  
۳۱۹  
۳۲۰  
۳۲۱  
۳۲۲  
۳۲۳  
۳۲۴  
۳۲۵  
۳۲۶  
۳۲۷  
۳۲۸  
۳۲۹  
۳۳۰  
۳۳۱  
۳۳۲  
۳۳۳  
۳۳۴  
۳۳۵  
۳۳۶  
۳۳۷  
۳۳۸  
۳۳۹  
۳۴۰  
۳۴۱  
۳۴۲  
۳۴۳  
۳۴۴  
۳۴۵  
۳۴۶  
۳۴۷  
۳۴۸  
۳۴۹  
۳۵۰  
۳۵۱  
۳۵۲  
۳۵۳  
۳۵۴  
۳۵۵  
۳۵۶  
۳۵۷  
۳۵۸  
۳۵۹  
۳۶۰  
۳۶۱  
۳۶۲  
۳۶۳  
۳۶۴  
۳۶۵  
۳۶۶  
۳۶۷  
۳۶۸  
۳۶۹  
۳۷۰  
۳۷۱  
۳۷۲  
۳۷۳  
۳۷۴  
۳۷۵  
۳۷۶  
۳۷۷  
۳۷۸  
۳۷۹  
۳۸۰  
۳۸۱  
۳۸۲  
۳۸۳  
۳۸۴  
۳۸۵  
۳۸۶  
۳۸۷  
۳۸۸  
۳۸۹  
۳۹۰  
۳۹۱  
۳۹۲  
۳۹۳  
۳۹۴  
۳۹۵  
۳۹۶  
۳۹۷  
۳۹۸  
۳۹۹  
۴۰۰  
۴۰۱  
۴۰۲  
۴۰۳  
۴۰۴  
۴۰۵  
۴۰۶  
۴۰۷  
۴۰۸  
۴۰۹  
۴۱۰  
۴۱۱  
۴۱۲  
۴۱۳  
۴۱۴  
۴۱۵  
۴۱۶  
۴۱۷  
۴۱۸  
۴۱۹  
۴۲۰  
۴۲۱  
۴۲۲  
۴۲۳  
۴۲۴  
۴۲۵  
۴۲۶  
۴۲۷  
۴۲۸  
۴۲۹  
۴۳۰  
۴۳۱  
۴۳۲  
۴۳۳  
۴۳۴  
۴۳۵  
۴۳۶  
۴۳۷  
۴۳۸  
۴۳۹  
۴۴۰  
۴۴۱  
۴۴۲  
۴۴۳  
۴۴۴  
۴۴۵  
۴۴۶  
۴۴۷  
۴۴۸  
۴۴۹  
۴۵۰  
۴۵۱  
۴۵۲  
۴۵۳  
۴۵۴  
۴۵۵  
۴۵۶  
۴۵۷  
۴۵۸  
۴۵۹  
۴۶۰  
۴۶۱  
۴۶۲  
۴۶۳  
۴۶۴  
۴۶۵  
۴۶۶  
۴۶۷  
۴۶۸  
۴۶۹  
۴۷۰  
۴۷۱  
۴۷۲  
۴۷۳  
۴۷۴  
۴۷۵  
۴۷۶  
۴۷۷  
۴۷۸  
۴۷۹  
۴۸۰  
۴۸۱  
۴۸۲  
۴۸۳  
۴۸۴  
۴۸۵  
۴۸۶  
۴۸۷  
۴۸۸  
۴۸۹  
۴۹۰  
۴۹۱  
۴۹۲  
۴۹۳  
۴۹۴  
۴۹۵  
۴۹۶  
۴۹۷  
۴۹۸  
۴۹۹  
۵۰۰  
۵۰۱  
۵۰۲  
۵۰۳  
۵۰۴  
۵۰۵  
۵۰۶  
۵۰۷  
۵۰۸  
۵۰۹  
۵۱۰  
۵۱۱  
۵۱۲  
۵۱۳  
۵۱۴  
۵۱۵  
۵۱۶  
۵۱۷  
۵۱۸  
۵۱۹  
۵۲۰  
۵۲۱  
۵۲۲  
۵۲۳  
۵۲۴  
۵۲۵  
۵۲۶  
۵۲۷  
۵۲۸  
۵۲۹  
۵۳۰  
۵۳۱  
۵۳۲  
۵۳۳  
۵۳۴  
۵۳۵  
۵۳۶  
۵۳۷  
۵۳۸  
۵۳۹  
۵۴۰  
۵۴۱  
۵۴۲  
۵۴۳  
۵۴۴  
۵۴۵  
۵۴۶  
۵۴۷  
۵۴۸  
۵۴۹  
۵۵۰  
۵۵۱  
۵۵۲  
۵۵۳  
۵۵۴  
۵۵۵  
۵۵۶  
۵۵۷  
۵۵۸  
۵۵۹  
۵۶۰  
۵۶۱  
۵۶۲  
۵۶۳  
۵۶۴  
۵۶۵  
۵۶۶  
۵۶۷  
۵۶۸  
۵۶۹  
۵۷۰  
۵۷۱  
۵۷۲  
۵۷۳  
۵۷۴  
۵۷۵  
۵۷۶  
۵۷۷  
۵۷۸  
۵۷۹  
۵۸۰  
۵۸۱  
۵۸۲  
۵۸۳  
۵۸۴  
۵۸۵  
۵۸۶  
۵۸۷  
۵۸۸  
۵۸۹  
۵۹۰  
۵۹۱  
۵۹۲  
۵۹۳  
۵۹۴  
۵۹۵  
۵۹۶  
۵۹۷  
۵۹۸  
۵۹۹  
۶۰۰  
۶۰۱  
۶۰۲  
۶۰۳  
۶۰۴  
۶۰۵  
۶۰۶  
۶۰۷  
۶۰۸  
۶۰۹  
۶۱۰  
۶۱۱  
۶۱۲  
۶۱۳  
۶۱۴  
۶۱۵  
۶۱۶  
۶۱۷  
۶۱۸  
۶۱۹  
۶۲۰  
۶۲۱  
۶۲۲  
۶۲۳  
۶۲۴  
۶۲۵  
۶۲۶  
۶۲۷  
۶۲۸  
۶۲۹  
۶۳۰  
۶۳۱  
۶۳۲  
۶۳۳  
۶۳۴  
۶۳۵  
۶۳۶  
۶۳۷  
۶۳۸  
۶۳۹  
۶۴۰  
۶۴۱  
۶۴۲  
۶۴۳  
۶۴۴  
۶۴۵  
۶۴۶  
۶۴۷  
۶۴۸  
۶۴۹  
۶۵۰  
۶۵۱  
۶۵۲  
۶۵۳  
۶۵۴  
۶۵۵  
۶۵۶  
۶۵۷  
۶۵۸  
۶۵۹  
۶۶۰  
۶۶۱  
۶۶۲  
۶۶۳  
۶۶۴  
۶۶۵  
۶۶۶  
۶۶۷  
۶۶۸  
۶۶۹  
۶۷۰  
۶۷۱  
۶۷۲  
۶۷۳  
۶۷۴  
۶۷۵  
۶۷۶  
۶۷۷  
۶۷۸  
۶۷۹  
۶۸۰  
۶۸۱  
۶۸۲  
۶۸۳  
۶۸۴  
۶۸۵  
۶۸۶  
۶۸۷  
۶۸۸  
۶۸۹  
۶۹۰  
۶۹۱  
۶۹۲  
۶۹۳  
۶۹۴  
۶۹۵  
۶۹۶  
۶۹۷  
۶۹۸  
۶۹۹  
۷۰۰  
۷۰۱  
۷۰۲  
۷۰۳  
۷۰۴  
۷۰۵  
۷۰۶  
۷۰۷  
۷۰۸  
۷۰۹  
۷۱۰  
۷۱۱  
۷۱۲  
۷۱۳  
۷۱۴  
۷۱۵  
۷۱۶  
۷۱۷  
۷۱۸  
۷۱۹  
۷۲۰  
۷۲۱  
۷۲۲  
۷۲۳  
۷۲۴  
۷۲۵  
۷۲۶  
۷۲۷  
۷۲۸  
۷۲۹  
۷۳۰  
۷۳۱  
۷۳۲  
۷۳۳  
۷۳۴  
۷۳۵  
۷۳۶  
۷۳۷  
۷۳۸  
۷۳۹  
۷۴۰  
۷۴۱  
۷۴۲  
۷۴۳  
۷۴۴  
۷۴۵  
۷۴۶  
۷۴۷  
۷۴۸  
۷۴۹  
۷۵۰  
۷۵۱  
۷۵۲  
۷۵۳  
۷۵۴  
۷۵۵  
۷۵۶  
۷۵۷  
۷۵۸  
۷۵۹  
۷۶۰  
۷۶۱  
۷۶۲  
۷۶۳  
۷۶۴  
۷۶۵  
۷۶۶  
۷۶۷  
۷۶۸  
۷۶۹  
۷۷۰  
۷۷۱  
۷۷۲  
۷۷۳  
۷۷۴  
۷۷۵  
۷۷۶  
۷۷۷  
۷۷۸  
۷۷۹  
۷۸۰  
۷۸۱  
۷۸۲  
۷۸۳  
۷۸۴  
۷۸۵  
۷۸۶  
۷۸۷  
۷۸۸  
۷۸۹  
۷۹۰  
۷۹۱  
۷۹۲  
۷۹۳  
۷۹۴  
۷۹۵  
۷۹۶  
۷۹۷  
۷۹۸  
۷۹۹  
۸۰۰  
۸۰۱  
۸۰۲  
۸۰۳  
۸۰۴  
۸۰۵  
۸۰۶  
۸۰۷  
۸۰۸  
۸۰۹  
۸۱۰  
۸۱۱  
۸۱۲  
۸۱۳  
۸۱۴  
۸۱۵  
۸۱۶  
۸۱۷  
۸۱۸  
۸۱۹  
۸۲۰  
۸۲۱  
۸۲۲  
۸۲۳  
۸۲۴  
۸۲۵  
۸۲۶  
۸۲۷  
۸۲۸  
۸۲۹  
۸۳۰  
۸۳۱  
۸۳۲  
۸۳۳  
۸۳۴  
۸۳۵  
۸۳۶  
۸۳۷  
۸۳۸  
۸۳۹  
۸۴۰  
۸۴۱  
۸۴۲  
۸۴۳  
۸۴۴  
۸۴۵  
۸۴۶  
۸۴۷  
۸۴۸  
۸۴۹  
۸۵۰  
۸۵۱  
۸۵۲  
۸۵۳  
۸۵۴  
۸۵۵  
۸۵۶  
۸۵۷  
۸۵۸  
۸۵۹  
۸۶۰  
۸۶۱  
۸۶۲  
۸۶۳  
۸۶۴  
۸۶۵  
۸۶۶  
۸۶۷  
۸۶۸  
۸۶۹  
۸۷۰  
۸۷۱  
۸۷۲  
۸۷۳  
۸۷۴  
۸۷۵  
۸۷۶  
۸۷۷  
۸۷۸  
۸۷۹  
۸۸۰  
۸۸۱  
۸۸۲  
۸۸۳  
۸۸۴  
۸۸۵  
۸۸۶  
۸۸۷  
۸۸۸  
۸۸۹  
۸۹۰  
۸۹۱  
۸۹۲  
۸۹۳  
۸۹۴  
۸۹۵  
۸۹۶  
۸۹۷  
۸۹۸  
۸۹۹  
۹۰۰  
۹۰۱  
۹۰۲  
۹۰۳  
۹۰۴  
۹۰۵  
۹۰۶  
۹۰۷  
۹۰۸  
۹۰۹  
۹۱۰  
۹۱۱  
۹۱۲  
۹۱۳  
۹۱۴  
۹۱۵  
۹۱۶  
۹۱۷  
۹۱۸  
۹۱۹  
۹۲۰  
۹۲۱  
۹۲۲  
۹۲۳  
۹۲۴  
۹۲۵  
۹۲۶  
۹۲۷  
۹۲۸  
۹۲۹  
۹۳۰  
۹۳۱  
۹۳۲  
۹۳۳  
۹۳۴  
۹۳۵  
۹۳۶  
۹۳۷  
۹۳۸  
۹۳۹  
۹۴۰  
۹۴۱  
۹۴۲  
۹۴۳  
۹۴۴  
۹۴۵  
۹۴۶  
۹۴۷  
۹۴۸  
۹۴۹  
۹۵۰  
۹۵۱  
۹۵۲  
۹۵۳  
۹۵۴  
۹۵۵  
۹۵۶  
۹۵۷  
۹۵۸  
۹۵۹  
۹۶۰  
۹۶۱  
۹۶۲  
۹۶۳  
۹۶۴  
۹۶۵  
۹۶۶  
۹۶۷  
۹۶۸  
۹۶۹  
۹۷۰  
۹۷۱  
۹۷۲  
۹۷۳  
۹۷۴  
۹۷۵  
۹۷۶  
۹۷۷  
۹۷۸  
۹۷۹  
۹۸۰  
۹۸۱  
۹۸۲  
۹۸۳  
۹۸۴  
۹۸۵  
۹۸۶  
۹۸۷  
۹۸۸  
۹۸۹  
۹۹۰  
۹۹۱  
۹۹۲  
۹۹۳  
۹۹۴  
۹۹۵  
۹۹۶  
۹۹۷  
۹۹۸  
۹۹۹  
۱۰۰۰

مثلاً

آج کل اس کے دگر دل نہ درست کرو سب خیریت ہے اس سے کچھ اظہار مت کرو

دشتم،

ہنسی کے ساتھ ہل دوئے شعلی قفلینا کس نے قہر اسے بے جزار امارا تو کیا مارا

ادوق،

ضعف دیا کہ صبیح صبح تو صبح ہے کہاں اور قفل ہے کہ رہے تو راہ جانے کہاں

جرات،

اسی لفظ نکات سخن میں سترت سہانی نے انھیں متروکات ہے جا کہا ہے اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ اصل میں موزون حد فاصلت کام ہے۔ دوری کی یہ کوئی محاورہ اردو میں جائے قاس کے ترک کا مطالبہ نہیں مناسب نہیں غما سے یہ نتیجہ نکالنا بھی ممکن نہیں کہ ہر لفظ کا استعمال بھی جائز ہوگا۔ یہی حال ضروری ہوگا کہ لفظ کا چلن عام و خاص میں ہے یا نہیں۔ آئندہ لفظی نے بھی اصول یہ بتا کر لفظ کی قائم مقامی دوسرا لفظ ذکر کرے وہ بھی قابل ترک نہیں ہوگا۔

دفعہ دہم نے اپنے ایک شاعر کو تار حسین تارے اور آبادی کے ایک مصرع سے دلی ناس کے ساتھ پتا ہوں کے لئے لکھا کہ تار کی جگہ نہیں چاہئے۔ یہ غفلت محاورہ ہے مصرع مذکور میں نہ کا استعمال سچی ہونے کا مطلب یہ تو نہیں کہ لفظ نہ کا استعمال ہی لفظ ہے۔ متروکات کے سلسلے میں فوری شدہ کھنکی کھا کھا ہے کہ

• صفحہ نمبر ۱۰۰ متروکات دہم کے ہیں۔ ایک دو کہ جنہ ترک میں سے نزدیک ضروری ہے۔ دوسرے وہ کہ جن کا ترک ضروری نہیں۔ ان بہتر ہے ترک اظہار کیا ایک شرط کے ساتھ اور وہ شرط یہ ہے کہ زبان مجزأ جائے یعنی اگر اسے ترک کے سبب سے زیادہ مجزأ جائے اور وہ مزہ کلام میں نہ رہے۔ جو بغیر ترک رہتا ہے تو انھیں ترک نہ کرے کیونکہ بہت دیکھا ہے ایسا بعض سادہ ذہن نے پابندی۔ جو تو لگ ہی ان کے کام کلام میں کی پابندی سے بدلتا گیا۔ اور مذاقی دوسرا ہو گیا میں خوف ان کے ترک میں یہ کہ تو پھر بہتر ہے کہ ترک نہ کرے۔ اس لئے کہ جس قدر متروکات ہیں وہ غلط تو یقینی نہیں خصوصاً وہ متروکات کہ جو کثر اس قدر حال کے کلام میں بھی ہیں بعض سناپ ترک کیا ہے۔ انھیں



نقطہ کو نہ کہ سکتا ہے۔ ہاں جو اس آذہ ترک نہیں وہ ان کے ترک کو بہتر کہیں گے۔ پس میں اس سوال کی  
 بھی نے راحت لکھتا ہوں یعنی میں ترک ان کا بہتر بھی نہیں سمجھتا ہوں۔ مگر زبان و مذاق بد نے کاغذ  
 ان کی پاپندی و ترک میں سو۔ ہاں اگر یہ خوف ہو تو بلا شک ترک کوئی ہے۔ پس یہ دشوار ہے ہر ترک کہ  
 ترک بعض مترکات حال کا نظم میں وقت ڈالے اور وہ معالیٰ اور بلیا چال اور ذوق و زہاد پانی عادت پر  
 تر ہے جو بغیر ترک باقی رہتا تھا اس نظر سے ترک اور کا بہتر کیے جگہ تر ہے۔ یہ بہا پر دیکھ  
 رہا ہوں ہم نے کیا حاصل کر بعض سائنہ بعض مترکات سال کے پانچ تھے یا پانچ لاکھ کام ہے  
 مزہ غیر فصیح و لہجہ ہے۔ قرآن ایسی پندی کے کو زبان کی اپنی ہی رہے؟ ما  
 گیا اصل چیز نیاں کا زہرا اور اور مضامین کا سہم خوں نے آگے لکھ کر میں ذریعہ ذیل  
 فقرات کا نامک ہوں۔

پیارے روزانہ شمار " تمیں میں کو " آغوشِ بھوس آغوش " دیکھ بیان بھیل حضرت کا ماضی  
 پیاس پر وزن ہر س کھو کھو کی فکر آگے آگے کی جگہ " اور سوار اور خود روش " پیار مٹو دایا " کسو  
 بجائے کسی۔ ایک ہلکے مردوں (مگر کے ساتھ) انگاری " انھیلا " چک " کو تم فتح میں  
 اوپر پک جگہ بنا " گنا کے وزن پر " بیت بستی یا " تہلا " دیکھنا " اوجیا " زور میں عجیب  
 پیار " ہر لاف و زبیر " حرف نہ سوائے نامہ " سابق کے امی بلے شخص واحد " سداسی بیٹ  
 ملک " میں بھی " مل بے " سمیت " مت کو کرے " کیڑوں کا جگہ " بن بکریا " انتا بکرت شین  
 وزن یا روز و رات " جا بغیر ترکیب " فارسی جگہ کے سنی میں " و لیک " و لیک " دے یعنی مگر بیان  
 وہ " کیجے " دیکھے " آسمان " حنون " زمین و غیرہ " فطائے کو بغیر ترکیب " فارسی " اس طرح  
 جس طرح سے اور پر وزن " فتح " مرا " جا بغیر " پر ہمیں مگر دیکھ " مگر محض " کہ ایک کا محض  
 وغیرہ " لیکن متذکرہ " ہر دست میں مستند و فضا ایسے میں " جیسے اچھے استعمال سے زبان یا دہ خواہش  
 اور کلام زبان " فصیح معلوم ہو سکتا ہے " غفلت " ہاں " وہاں " اسی طرح ہی " سمیت " سہ " اور شا  
 جیسے محض نہیں خوبصورتی سے استعمال ہوئے ہوں تو ان کا ترک صحیح نہیں معلوم " مگر موسم " جمع  
 میں " بیت بستی " یا " کو ترک قرار دینا " قطعاً بغیر ضرورتی تھا اس کے کہ یہ آگے اسی طرح فصیح ہیں۔  
 حسرت مودنی نے قابل ترک الفاظ کی درجہ ذیل فہرست بتائی ہے۔

● الفاظِ کریمہ نیز الفاظِ مستحقِ یہرگ و لاش وغیرہ شوا کریدنا۔ مراد آفایش، غیظہ، سپ و غیرہ۔



اٹھارہ ایک سو بیس پر دو ، شش ہائی ، ہوسہ ، پستک ، کدو وغیرہ  
 بعض فارسی الفاظ کا استعمال ہا صاف شش پا کو ، ص ، رو وغیرہ کا استعمال ،  
 امتیازات انیا و ہوباد و کور و غیرہ سے تعلق الفاظ و اشعار ، مثلاً  
 پند و واقف سے سے کان اپنے ہو گئے ،  
 کیا جبات کو ہیں مجھ سے بڑے مر گئے ،  
 آپ جیسا تم جیسا تمہاری جیسی وغیرہ ،  
 نہ فریاد شش ڈک ، واقف ، زامدا ، وغیرہ ،  
 فارسی ترکیب کے ساتھ جن کی جگہ فارسی کا استعمال مثلاً  
 قطہ ہر اہل نہیں دے مجھ شراب اے سالی  
 کوا بر دھواں دھا ، چلے آتے ہیں اگر بر غلام کو اے ہر ما چلے  
 ہوان معنی نمک

سال سال کی بگڑ سال ،  
 معانی بطور واحد ، خوب بسلو جمع ، تہا بجلے بت یا تہوں وغیرہ  
 لفظ میرے کا بے موقع استعمال ،  
 یہ بھی اس قدر

زبانی نہیں ، نہیں بھانے زور نا بھانے  
 کواستہل فعل بھول کے ساتھ  
 ٹک رہی ہے جانے کو ہوئی  
 دل جگہ مرن صفت کے بغیر  
 خوشی بھانے خوش  
 ٹک کے بھٹے گئے  
 گئے بھی معلوم ہو  
 سمیت یعنی ساتھ

فعل بھول کے ساتھ نے کا استعمال مثلاً ، اہم نے ہے خوب اس کا لڑنا نہ چو نہ ہوئی





اوپر تلے ہر خلاف ہی پر ہے پسند پسند ہر جگہ جو کہ جب کہ غرضیکہ کاش کہ کو کہ ، بھ بن  
 دل کھول کر کے ، دون کی لینا ، دیکھ ، تمہاری قسم ، ہماری قسم ، میں ہی تجہری ، تم ہی ، وہی جب نہ تنگ  
 کتنی مری طرح سے آبادی ، ابکہ اس نے نہیں دیا ، اہایان ، نت ، گرنہ وغیرہ شرکی  
 مخالف اصناف میں کسی کی حرکت سے آج بھی مستعمل میں اور وہاں سے بھی نہیں گئے اس استمل  
 کے لئے علاقائی بولیوں کے اشعار اور علاقائی تہذیبی اصطلاحات کو ، ی اور خود مصنف کے  
 علاقے اور وطن کی نسبت سے اسکے مستعملات کے پیش نظر ان کے استمل کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا  
 اور پھر دوسری طرف شعر میں جہی بندش اور محدود دائرہ سے شر کو پاک رکھنے سے شعر کی فصاحت  
 تاثیر اور اسکے حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن شریں اس کا معاذ مخفف ہے۔ خصوصاً آج جبکہ  
 ہ دونوں اصنافوں ، ذرا بول ، انشائیوں اور خاکوں اور مضامین اور مقالوں میں بے شمار کیفیات  
 نفسیاتی مقامی اور مختلف خطوں علاقوں جگہوں کے مختلف قسم کی تہذیبی روایات ، سہو دماغ اور  
 سائنسی کشمکشات اور ایجادات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ قوی منقول سے مختلف حیثیات اور اسارت  
 اور مختلف اصناف کے لوگوں کی زبان کو پیش کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور روایتی زبان پر اثر بھی  
 نہیں پڑتا خصوصاً میر تقی میر کی شاعری میں بے ضرورت بنے ہوئے جمع کے لفظوں ، امرواں ، غراواں  
 آشناؤں ، سلاھیوں ، اور فقراتوں کے استعمال کا بھی حصہ ہے۔ اسلئے مذکورہ لفظوں کو یک قلم  
 زبان سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔ وقت دراصل یہ ہے کہ ہم نے فصاحت اور فصاحت کی سند شریں  
 کسی لفظ کے استعمال یا عدم استعمال کو لیا اور ساری بحثوں کا محور مجدد ہے۔ شریں لفظ کے  
 استعمال یا عدم کو ہم نے معیار بنایا ہی نہیں۔ اسلئے بھی اس طرح کے الفاظ کو بڑی آسانی سے مرتف  
 قرار دے دیا گیا۔ یہ صحیح ہے کہ بول چال کی زبانی حد ادبی زبان کی طرف جتا ہے اور ہونا بھی چاہیو  
 اسی طرح شعر کی زبان اور شرکی زبان میں بھی فرق ہوتا ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ چھ شعر دیوانا  
 ہے جو شر کے قریب ہوا ہے اور بھی شریں ہوتی ہے جو بول چال کے قریب ہو۔ شریں صحت سادہ کا معیار  
 صحت لفظ پر ہوتا ہے جب کہ شریں یہ پابندی نہیں ملتی اچھا شعر مشورہ زائد سے پاک ہوتا ہے  
 لیکن شریں اس کی پابندی نہیں کی جاسکتی اس سے مگر شریں مذکورہ لفظ استعمال ہو سکیں تو لانا  
 زبان سے خارج نہیں کیا جاسکتا بہتہ وضاحت کی جاسکتی ہے کہ شریں زیر فصیح ہیں۔ لیکن  
 اصطلاحات وغیرہ فصیح نہیں مثلاً لفظ کبدی شریں سقوط سے بھٹائی کے لازم ہونے کے سبب غیر  
 فصیح اور مترک تو ہو سکتا ہے۔ لیکن شریں اس کی پابندی غیر ضروری ہو جاسکتی اور اسی سبب

یہ لفظ ترجیحی مسئلہ ہے۔ اسی طرح کئی دیری، اور تیز چبے لفظ محض دیہاتی اور غیر شرافتی  
 ہونے کے سبب زبان سے خارج کر دیئے گئے۔ مگر ان کا استعمال عوام میں ہر جا جاری رہا اور  
 غریبوں کی ضرورت کے محض لفظ استعمال کرتے رہے۔ اسلئے چبے کر پے وضع کیا جا چکا ہے  
 عوام اور خواص الی زبان میں ربط و نسبت عدل ضروری ہے۔ اس کے کوئی نہ انوں کی اصلاح  
 میں بھی وقت ہوتا ہے۔ اور اس کے ارتقا میں بھی رکاوٹ پیدا ہوتی رہتی ہے۔

شعری زبان اور شری زبان میں فرق نہ کرنے اور دوستانی گفتگو کے سبب بہت  
 سے لوگوں کو شرعاً کتب میں کہ بہت سے نیم اور ہندی لفظوں کو مترک قرار دے کر اچھا نہیں  
 کہا گیا۔ اس کے علاوہ بہت سے مترکات مثلاً: اندھ، اکھڑیاں، اور پرہیسل، پرہے  
 یا یعنی پر، وگرنہ اور وکیل وغیرہ کے سب سے میں فصحا کا خود بھی استکلاف ہے۔ ایسی صورت میں  
 ان کا یکسر کچھ معنوں میں مترک قرار دینا صحیح نہیں تھا ان لوگوں کے حسن استعمال پر توقف قرار  
 دینا چاہیے تھا۔ لفظ اندھ کو عشرت لکھنوی نے بھی میں کے معنی میں مترک قرار دیا۔ آتش تنے  
 اس کو اپنے ایک شعر میں استعمال کیا ہے۔

کیا انتظار یار کی حالت یہاں کروں ؟ دیکھتا ہے جان آنکھوں کے اندر تمام رات  
 میں اندھ کے معنی متعدد موقعوں پر ہوتا ہے۔ چبے اندھ سے پاؤں لے آؤ۔ یا اندھ ہی اندر غائب  
 ہو گئے۔ وغیرہ ذوق عزیز جنگ بہادر و دانے کہا ہے کہ چار افروغ اس کے ترک کو نہیں مانتا۔  
 منظور۔ میں لکھا ہے کہ اب اس معنی میں فصحا نہیں بولتے۔ اکھڑیاں کے لئے ہیر میانی نے لکھا  
 ہے کہ: چشم عشق کے لئے مخصوص ہے۔ اور یہ لفظ بھی پسند نہیں، حالانکہ نظم خاں عشق  
 میں خود نے خود یہ لفظ استعمال کیا ہے۔

کابل یہ نہیں ہے اکھڑیوں میں ؟ ؟ ؟ اچھے دھواں تری مسیحا  
 شوق نبوی نے اس لفظ کو مترک قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اکثر حضرات حال استعمال نہیں  
 کرتے، بلکہ فصاحت میں بھی اس کو لکھا کہ اب یہ لفظ بول چال میں نہیں ہے۔ مگر غور نشین  
 لکھنوی کا کہنا ہے کہ اس لفظ کو گو بعض فصحا نے عمل پر قبول نہیں کیا ہے۔ مگر میں اس سے نہیں  
 ہٹتا۔

۱۲۰ کتابت و تصانیف مرتبہ نائب محمود نسیم کبیر پورہ شریک لکھنوی محکمہ ص ۱۲۰



مشق میر نے مروج سے مشق کر گھنوں نے اس قدر حیرت کہ اس کی پابندی کی جگہ دوسرے  
نے کم کی ہوگی۔ وہ فرماتے ہیں کہ۔ نشیمنی کمزوری کی جگہ ہیں پچھلے کے ہکاتے کی راہیں۔  
اور گھوڑے وغیرہ کی گھنوں کی تعریف میں جس کی نظم کی ضرورت مریوں میں اگر ملتی ہے۔  
تو کمزوری کی گھنوں سے فصیح تر ہیں۔

اگر گھنوں نے فرنگ اثر میں لفظ تر بیت کا مطلب جان نہ لیا ہے کہ؟  
ان گھنوں کی گھنوں کے اس سوال میں فرق ہے ان گھنوں کا لفظ ہے۔ اور گھنوں۔ مشق کی  
جو صورت ان گھنوں کو کہتے ہیں۔ میر شعر ہے۔

ان گھنوں کی اف نیم خوابی ..... دوسرے پڑے تھے بھن میں گہلی  
ان گھنوں میں جو آپس میں ہے وہ گھنوں میں کہاں۔

میرا قصہ صحت میں نواب و وزیر ملک ملائے و قسرت گھنوں کے اس فوجانے پر کہ یہ نظام بدولت  
ہاں میں نہیں ہے بلکہ گھنوں کی جمع ان گھنوں مستقل ہے کام کر کرتے ہوئے کہا ہے کہ گھنوں میں ان گھنوں  
کی قصص منوں کا لطف کہاں ہے جو بہت سے متعلق ہے۔ حدود استقامت ان ملک و دور سر کے  
کلام میں اس کا استعمال موقوفہ سے ذوق کے موافق ہے۔ بلا احوال بخیر کو کمال گھنوں اور دوسرے  
حصہ نے متروک قرار دیا ہے عشرت گھنوں کا بھی کہنا ہے اب پر کا مشق صحت ہے۔ مگر بعض  
مواقع پر دم پر بھی صحت ہے اسی طرح میر میر نے میر انصاف میں اس کا استعمال صحت منوں میں صحت  
جانی ہے۔ اگر آپ کو صحت پر کہ یہ فرمایا کہ منوں اب اس ہلکے پر زید صحت ہے۔ اس میں شک نہیں  
پر زید صحت ہے۔ یہ کہ اگر کوئی صحت سے استعمال ہو تب بھی اس طرح کو حیرت کی قدر دیکھنا  
بڑی نیابتی ہے۔ حیرت کی کیف کا شعر دیکھئے۔

دخا دل میر وہ صحت ہے کہ بکے اوپر ..... گھنوں کی گھنوں افحی میں کرن کی صورت  
اور یہ بعض مواقع ایسے ہیں جو صحت پر استعمال کی نہیں کیا جاسکتا ہے مثلاً اوپر جادو اور دیکھ تم پر  
جس میں یا سکتے وغیرہ۔



فرضیات میں اور ہندی حرفتوں پر کی جگہ لکھا ہے۔ سنہ میں مٹش کا شریا ہے کہ  
 ہے یا۔ فرض میں مری آنکھوں میں غارتھا۔ لونا کیا میں کانٹوں کے اچھے نام رات  
 گھنٹہ تھیں بھی کہ ہے کہ اور پر کی جگہ پر مریا وہ فصح ہے۔ لے

فکرا کی کے نے لکھ گھنٹی نے بیات معرفت استعمال کو خیر فصح اور قابل ترک  
 قرار دیا۔ جبکہ ضیاء دلدی مزارتے ہیں کہ اس کے ساتھ ساتھ لفظ مذکر کے ساتھ بیات بھیل  
 ہو گا۔ چھپے بک ساں اور لفظ موش کے ساتھ بیات معرفت چھپے الگ بات (بک فضل) اور  
 کالی لفظ اس کے ساتھ زمو تو سیانے بھول چھپے (دیجھد کے کیا ہوتا ہے) اور لکے تو کو موش  
 داغوں سے محبت کے ہے دل میں مٹش | ان بھولوں کی اس داغ بھارتی ہے بک  
 کہ ہے میں تہ صفت کا یہ نمونہ ہے | پس جاتے ہیں ہم سایہ دیوار میں بک تعلیم  
 امرینائی اور بھیل گھنٹی نے لکھی بیاتے سرودن تک فرمایا ہے۔ ونا لکھے ہیں معرفت  
 کا فوق ضیاء کے ساتھ اتفاق کرنا ہے اور لکھ کی تردید لازم نہیں ہے۔ لے

اسی طرح لفظ بہتوں کے معنی فرضیات میں لکھا کرتا۔ گھیل زخمی دیے ہوئے  
 ہیں۔ مگر ذلک کے معنی میں متروک قرار دیا ہے۔ لکھ گھنٹی کا خیال ہے کہ اس کو پرمی فکرا کے  
 استعمال نہ کرنا چاہیے۔ اس نے کہ اس کے صحیح معنی مذکور ہیں پس دم بھیل کا استعمال غلط ہے۔  
 مینا نے اتفاق کیا ہے اور میں میں بقر کا لکھ شریا ہے۔ ونا کا لکھ ہے کہ بھیل مٹش ہے  
 اور فارسیوں نے معنی فکرا بھی اس کا استعمال کیا ہے اور بھیل گا۔ انھیں معنی سے متفق ہے اور  
 فکرا کی اسلحا ہے۔ اگرچہ سامہ فرنگ میڈ نے اور استعمال میں اس کے معنی فکرا کو ترک  
 فرمایا ہے لیکن فرنگس کے لکھا ہے اس کا استعمال اور صحیح ہے۔ لے

ہر کے صنف پر مٹی لکھ کو اسانڈہ گھنٹی نے متروک قرار دیا ہے لیکن پر مٹی لکھ  
 کے استعمال میں خود اسانڈہ گھنٹی خنوں ہے۔ ہوشرت گھنٹی اور لکھ گھنٹی نے بالترتیب  
 سے غیر فصح اور متروک قرار دیا ہے۔ مٹی چنانچہ نے پر مٹی لکھ کو استعمال قرار دیا ہے۔ لے  
 اور گھنٹی کا لکھا ہے کہ : لے

|    |    |    |    |
|----|----|----|----|
| ۳۶ | ۳۷ | ۳۸ | ۳۹ |
| ۴۰ | ۴۱ | ۴۲ | ۴۳ |
| ۴۴ | ۴۵ | ۴۶ | ۴۷ |



سے حاصل ہوا ہے۔ جس میں غیر ضروری حد پر ہر صفت مزید بیان کیا گیا ہے۔  
 فطرتاً ہی جاسکتا ہے کہ مصراع زبان کا یہ سوا کس قدر ہے معنی تھا مصراع زبان کا سورہ لاکھ  
 بے معنی تو نہیں تھا۔ لیکن اس رد میں زیر بحث لغتوں کا بھی ترک غیر ضروری اور روش زبان کے  
 خلاف تھا۔ دیکھیں۔ دو گرنہ، دے، دیا، دیر، لفظوں کو ایسے، دیا کا استعمال ناسمجھ اور وزیر  
 اور دگر دے اور دیکھ اور لکھ کا استعمال موحش اور عجیب سمجھ گیا ہے۔ مگر متاخرین نے اسے  
 ترک کر دیا۔ دیا اور دیکھ کا وہ غیر ضروری تو معلوم ہوتا ہے۔ لیکن دگر دے اور دے میں یہ صورت  
 نہیں اصولاً یہ بھی صحیح نہیں۔

اصل میں اساتذہ کھنڈ کے سامنے تعلیمی زبان خصوصاً زبان شہر کے سطح میں ہونے کا غالباً  
 تین بڑی وجوہیں تھیں۔ پہلی یہ کہ لغتوں کے استعمال کے لیے یہ اساتذہ دہلی کے بہانہ جو درسی  
 لغت تھی ترک و اختیار کے سوا بظاہر کچھ دیکھ کر دہلی سے متاثر نہ کیا جائے۔ دوسری یہ  
 کہ اردو کے ذہن عربی اور فارسی الفاظ کو۔ اشتقاقی لفظ اور صحت زبان کے اعتبار سے اصل سے  
 قریب تر رہ جائے۔ تیسرا وہ ان کی تہذیبی اور مذہبی ضابطے سے قریب تر رہے اور تیسری یہ کہ ہمیشہ  
 شک و افسانوں کو ترک کر کے اسے ایک زیادہ شرافتی زبان بنایا جائے۔ ایک وجہ یہ کہ ایسے قدیم  
 اسرار افعال اور حرف کو ترک کر دیا جائے جس سے قدیمت کی بوقائی ہٹ کر زبان کو جدید تر  
 بنایا سکے۔ اس پوری کوشش میں انھوں نے زبان کے مسئلہ اصولوں کو نظر انداز کر دیا۔ خصوصاً اس  
 بات کو کہ اردو بظاہر مذہب و ملت ایک ایسی زبان تھی جو ملک کے ہر خطے میں عام و خاص دونوں  
 کی مقبول زبان تھی اس لیے مختلف علاقائی بولیوں کے اثرات اس پر ہونے ضروری تھے۔ دوسرے  
 ایک نہایت عوام کی وجہ سے مقبول اور وسیع بوقائی لینا۔ خواص کے غیر ضروری ترک و اختیار کا ان  
 پہ اثر نہیں پڑتا اور جو زبان عوام سے بہت رشتہ توڑ دیتی ہے وہ زیادہ دیر زندہ بھی نہیں رہ  
 سکتی۔ تیسرے یہ کہ ہر زندہ زبان عام جیسی غلطیوں کو اپنے ساتھ میں ڈھل کر قبول کرتی ہے خواہ  
 جوں کا توں قبول کرے یا تبدیل کر کے سینے سے لگائے اس پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔ اس  
 کے باوجود اس کوشش کے نتیجے میں بہت سے نیکوں کے خوبصورت متبادل مل گئے۔ اور جوش  
 اردو پہلے کے مقابلے میں زیادہ جاندار و دلکش اور تابندہ ہو گئی۔ اور اساتذہ اردو خصوصاً اساتذہ  
 کھنڈ کی غیر ضروری پابندیوں کو اس نے قبول بھی نہیں کیا۔ جس سے آج بھی اس کے ایک زندہ

[illegible]









.....

محبت ہو گئی اب رشک گل سے

کی جو محبت ہو گئی اس رشک گل سے، ہونا چاہیے۔ تا جب جو غرض کاش اور کر کے ساتھ کر کا انا ذکر انصاف سلامت کہ گیا، پیچھے، کیجئے، کی ایک ہی گرا تا غیر فصیح نامیکہ ہے۔ آخر لا کی بات مروت کو مستند استعمال کرنا غیر فصیح ٹھہرا۔ مثلاً۔  
کہوں یہ تامل میتابی دل تھا وغیرہ۔

افغان، خزان، خندان، گریان، دغان، گباشان، گلستان، شرکالہ وغیرہ الفاظ بہ احسن وزن متروک قرار دے گئے۔ مضاف کوئی بروزن منع متروک ہو گیا۔ اسے واضح، اسے لہو، اسے ترک اسے آلو کا استعمال غیر فصیح سمجھا گیا۔ پیار پیاس، بروزن فحول، پیاسے، پیالہ بروزن فحول نہایت کہا گیا ان اصطلاحات سے ہمہ را حسب شعریں زیادہ مستند اور زیادہ حسن پیدا ہوا۔

مگر ہندی کے بعض الفاظ مثلاً بکن، بھل، پسان، پھل، دہی، پیا، پتیم، بکن، پیر، محبت، مستند پیار، سدا وغیرہ کو متروک قرار دے دینا اس لئے بھی مناسب نہیں تھا کہ یہ بات خود بڑے پیارے لفظ تھے۔ دوسرے مرد لفظ کی ایک صنف گیتوں میں اس طرح کے لفظوں کو استعمال کئے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ اور اس لئے بھی مناسب نہ تھا کہ شاعری میں نیست کے مختلف تجربوں میں ان میں سے بیشتر لفظوں کو استعمال کر کے اچھے شعروں، لفظوں، لہو گیتوں اور دو بھل کے نمونے بھی پیش کئے گئے جو مقبول ہوئے اور ہندو کے اناوی ادب میں بھی الفاظ استعمال کی یہ کسی طرح ہوتا رہا۔

اس کا حسب یہ بجا چلی کو اگر ذہن میں دیکھا جائے تو رشک کی ساری کوششیں اعتبار کی کی سمجھت بن جاتی ہیں۔

نہان مضمون شعری زبان کی اصطلاحات اور متروکات کو رواج دینے کے سلسلے میں شاگردی کے اہل علم نے اہم رول ادا کیا۔ اس لئے کہ شاگردوں کے لئے ضروری تھا کہ جس لفظ کو استاد نے متروک قرار دے دیا۔ وہ اس سے پرہیز کریں اور جن کا استعمال کیا اس کو جائز سمجھیں تا جگ کے یہاں تو اس طرح کا کوئی تجربہ عجیب نہیں ملتا مگر ان کے شاگردوں کے یہاں باقاعدہ تجزیہ نہیں ملتا بلکہ ان کے لفظوں نے یہ مثال حاصل کی۔ اور ان کے شاگردوں نے قویاً اس کی

۲۰  
 ہر سیس بنائیں اور کتیں اور سارے صلیف تھے۔ یہیں میں اور اسرار ربان و - دور  
 نے اور فصیح بنانے اور مضامین دیا۔ حضرت ذریعہ دہوی مولانا اسلوب کی پیشی اور زبان کا صحت  
 اور فصاحت پر نور دیتے تھے مگر حضرت کھنڈ کی مترفکات اور صحت عفاؤں شدت سے  
 مترشہ کر انھوں نے بھی اپنے تمام شاگردوں کو ہدایت ہمکاری کیا کہ وہ ان اصولوں کی ہمگی  
 پیروی کریں۔ وہ ہدایت نامہ بہت دلچسپ ہے۔ اس کے لئے یہاں نقل کیا ہوا ہے۔

## ہدایت منظوم

(از: حضرت ذریعہ دہوی)

|  |   |
|--|---|
| <p>اپنے شاگردوں کو یہ تمام ہدایت ہے مری<br/>         شعر گوئی میں رہیں بے تحریک باقی<br/>         چست بندش ہونے ہو سست یہی قول ہے<br/>         عربی و فارسی عفاؤں ہول اردو میں کہیں<br/>         اہل وصل اگر آئے تو کہ جب نہیں<br/>         جس میں گھٹک نہ ہو تھوڑی بھی مہر متکا ہی<br/>         عیب و خوبی کا کہنا ہے اک امیر ترک<br/>         یہی اردو ہے جو پہلے چلی آتی ہے<br/>         مستند اہل زبان خاص ہیں ولی والے<br/>         جو ہری عقد سخن کے ہیں ہر کھنے والے<br/>         بعض اصناف جو دو آئے ہیں اک معنی میں<br/>         ترک جو لفظ کیا اب وہ نہیں مستعمل<br/>         مگر یہ تقصیر بری ہے مگر اچھی ہے کہیں<br/>         شعر میں دشواری نہ ہو جسے ہوتے ہیں<br/>         مگر کسی شعر میں بھٹانے چلی آتا ہے</p> | <p>کہ کچھ لیں تہہ دل سے وہ عجب اور سبب<br/>         کہ بغیر ان کے فصاحت نہیں ہوتی پیدا<br/>         وہ فصاحت ہے گرا، شعر میں جو حرف دپا<br/>         حرف علت کا بران میں ہے گرنا، دہنا<br/>         لیکن عفاؤں میں اردو کے یہ گرنا ہے روا<br/>         وہ کہ یہ ہے جو تصرف سے بھی ہو او سٹے<br/>         پہلے کہ اور تھا، اب رنگ زبان اور ہوا<br/>         الہ دی نے اسے اور سے کہہ اور کہیں<br/>         اس میں نیروں کا تصرف نہیں مانا جاتا<br/>         ہے وہ محال ہے یا ہر جو کسوٹی نہ چڑھا<br/>         ایک کو ترک کیا، ایک کو فتا لم رکھا<br/>         اگلے گوگوں زبان پر وہی دیرتا طعنا سرا<br/>         ہو جو بندش میں مناسب تو نہیں عیب و<br/>         ایسی بھرتی کو کہتے نہیں شاعر اچھا<br/>         وہ بنا عیب ہے کہتے ہیں اسے ہٹے</p> |
|--|---|

اصطلاح اچھی شکل اچھی ہو بندش اچھی  
 ہے اضافت بھی ضروری مگر ایسی تو نہ ہو  
 صنف کا بھی ہے یہی حال ہی صورت ہے  
 لحن و نشتر آئے مرتب و بہت اچھا ہے  
 شعر میں آئے جو ایسا کسی سوتھے پر  
 جو نہ مغرب طبیعت ہو ہی ہے وہ رزین  
 ایک مصرع میں دو تم دو سرے مضامین کو  
 چست و بھر میں متعارف یہ فقط دو ہیں  
 شعر میں ہوتی ہے شاعر کو ضرورت اس کی  
 مختصر ہے کہ جو تہہ طبیعت مستعد  
 ہے اثر کے نہیں ہوتا کبھی مقبول کلام  
 گرچہ دنیا میں ہوائے وہ تہیں دکھوں شاعر

روزمرہ بھی رہے صنف فصاحت سے بھر  
 کل مصرعوں جو یہ چار جگہ ہلکے سوا  
 وہ بھی آئے تو اسی تو نہایت سے برا  
 اور کچھ مرتب تو نہیں ہے بے صفا  
 کہنیت اس میں بھی ہے وہ بھی نہایت اچھا  
 شعر ہے صنف ہے مگر قافیہ ہر بے افسانہ  
 یہ شعر گریہ ہوا میں نے اسے رک رک  
 فادہ کسی میں غری میں ہیں مگان سے سوا  
 مگر عرض اس نے پڑھا ہے وہ کن در دانا  
 دین اشک کی ہے جسکو یہ نفی ہوا  
 اور تاثیر دو ٹوٹے سے جسے دیتا ہے منہ  
 کب لنت سے نہیں ہوتی جیتے بل پیدا

پند نامہ جو کہا داغ نے یہ کار نہیں

کلام کا قطع ہے یہ وقت پہ کام آئے گا

## ادبی معرکے اور لسانی چقیقش

عم و ادب کی تحقیق و صحت کے سلسلے میں اختلافات ہمیشہ رہے ہیں اور یہ ہیں گے  
 بھی ان کی صورت خواہ ذاتی اور اس پرستی کی شکل میں ہو یا دل اور کھنواگی دبستانی چقیقش کے پس  
 منظر میں۔ اور وہ ہیں ان اختلافات کی نوعیتیں، محرکات اور اسباب مختلف رہے ہیں ان معرکوں سے  
 نقصان بھی ہوا، مگر ساتھ ساتھ علم کو بڑھانے کو دوست گہلی مختلف کتابوں اور رسالوں سے زبان  
 و ادب کا کام بھی ہوا۔

شعر و ادب میں غلطیوں سے بچنے اور اس جذبہ کے تحت کی ماہرسان موقوف  
 مستاد کے واسطے میں پنہاں کی خواہش کو بھی تقویت ملی اور شرقی لکھنوا کی اختلافات میں اضافہ  
 بھی ہوا۔

زبان اور شعر و ادب میں تحقیق کے سلسلے میں قبس و تعبیر کا فرق پیدا ہوا  
 ہے۔ وہ ایک علمی مسئلہ ہے جس سے زبان اور ادب دونوں متاثر ہوتے ہیں۔ ایسے پاسچے پر کئی  
 اختلافات ذاتی و فرائض و قسار کا مسئلہ بننے پائیں اور عقیدہ و تبصرہ طرز و تقریر میں جو اور دشنام  
 طرازی کی صورت اختیار کریں۔ اور وہ زبان و ادب کی تاریخ میں اختلافات نے بیشتر ناخوشگوار  
 صورت اختیار کر لی جس سے شخصیتیں مجروح اور نتائج رسوائی کی شکل میں ظاہر ہوتے۔ اس کے  
 باوجود انہیں اختلافات نے مزید تحقیق و جستجو کو بہتر بنایا کیونکہ ان سے مطالعہ کی ضرورت محسوس ہوئی اور  
 کتابیں اور رسائل سلسلے آئے۔ اور وہ زبان کی پیدائش کے سلسلے میں ایک ایک نظر پر پیش کئے گئے۔  
 علاقائی بنیادوں پر علماء نے مہمیں میں اور وہ ادب و سخن میں اور دو حصے میں تقسیم کیں اور اپنی بات  
 ثابت کرنے کے لئے دلائل اور شواہد اکٹھا کئے۔ دبستان کھنوا اور دبستان دہلی کے ذریعے کسی  
 ایک مرکز زبان کی برتری ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ تحقیق اور شعر و ادب کے نام پر خوب خوب  
 سر کے ہونے ٹک و اختیار پر غصہ ہو گیا کسی ایک مستاد سخن کی بہتری ثابت کرنے کے لئے دوسرے

کے قد کو گھٹانے کی بھی کوششیں کیں۔ ان سب کوششوں کے نتائج ہمیشہ وہی رہے۔  
 مجموعی طور پر ان سے زبانِ غالب کو فائدہ پہنچا۔ ان سے تنقیدی اور تحقیقی بصیرت پر بارہوں نے مبالغے  
 کا ذوق بڑھا اور تنقید و جستجو میں اپنی بات کو مستحکم بنانے اور حرفِ آخر بنانے میں احتیاط کی جانے لگی  
 نہیں تھی۔ معیار بند ہی کا رجحان پیدا ہوا ہے۔ خوب و ناخوب کی خبروں نے منہم ہوا اور شاعر و مشاعر میں  
 امتیاز کیا جانے لگا۔ زبانِ عروض کی حرفِ گیر یوں نے استاد و شاگرد کے رشتے کو مضبوط اور وسیع  
 کیا۔ اور اس طرح زبان میں وسعت، صفائی، صحت اور دلکشی بڑھتی گئی۔

قرآن اور آراء کے معرکے نے اردو شعر کو اپنی زبان کی طرف متوجہ کیا۔ میر اور جوا  
 نے اپنے حریفوں کو تیسرے زبان، سلیقہ، شاعرانہ اور فنکاری کے ایک بہتر معیار کی رغبت دلائی، انشا  
 و محقق، فاضل، قیصر، مراد علی، اور شاعرانہ سودا کے معرکوں نے سروکار نہ رکھنے والوں  
 اور مشتاعروں کو ہلکا سا غور کے خوف سے بہت محتاط کر دیا۔ انشا اور محقق کے معرکوں نے نظمیت  
 کو تقویت دی۔ گھجپہ، علیت، عروض و لفظی اور سلیقہ و خیال میں شعر گوئی کی قدرت تک  
 محدود رہی۔ انشا نے اس کا بھی اشارہ کیا کہ لغات، فنی، یا قافیہ پیمانی بڑے  
 اور سہرے ستاروں کی شناخت نہیں بلکہ شعر کا تحقیقی امتحان اور فنکاری کا عملی معیار ہی شاعر کو بڑا  
 سب سے مالک، مخلصانہ فوجی حریف، اعتراضات کیے مگر اس سے بہر حال ایک شعری طبع کا اشارہ ملا  
 ان معرکوں نے مسلسل گوئی، قافیہ بندی، اور سلیقہ و زینوں میں شعر کہنے کی صلاحیت کو بڑھا دیا اور  
 اس طرح دو غزلہ سر غزلہ چار غزلہ کہنے کی طرف رغبت دلائی۔ خمس، قطعات، لہجہ، طبع کی خویش  
 وجود میں آئیں۔ اگرچہ شعر و شاعری کی بیشتر نوعیت ظنی، گریز، ہی کی تھی، اور تغزل کی بجائے جوش  
 بیانی ہی زیادہ تھا۔ مگر اس سے شعری نثرانے میں اضافہ اور صحت شعری طرف زیادہ توجہ ہوئی۔  
 میر و مرزا کے ایسی ماحول پر محکم ضروری تھی۔ مگر وہ ایک دوسرے کا احترام بھی کرتے تھے  
 شعرا میں شاعرانہ تھی کوئی نئی چیز نہیں۔ اردو ہی نہیں عربی و فارسی کے متعدد شعرا کی یہاں  
 شاعرانہ تعلی، اور ماحول پر محکم دونوں میں جانے کی خود اروقہ ملی نے جوش و خروش گواہی دی۔

ہماری سرہندی تھی کے لئے حسبِ شعر لکھا کہ  
 اچھل کر چاہے جوں مصرعِ برقی۔ مگر مطلع کھوں باصر





ہوئے سے بھی خالصہ اگر کس کس کو میں باندھوں  
 بجز کے کو مہرے خضر و پر و نیز ہوا منور  
 کیا آکے دھاوے بچے زلف شب یلدا  
 جہ و سعید کھری جوں مرے لگے  
 معاشقہ تیار نے میر اور سوامی شاعری کا جو مذاق اڑا ہے اس میں عقیدہ شعر کا بھی ایک سر پہلو ہے۔

دفعہ ۲۰

عجب ہے کہ کثرت یک ملک  
پر جدا ہے تمام عالم سے  
یعنی ہاں صفا حق ہے پر کثرت  
کھلے دیوانہوں کا صہ کے  
شعر سودا و مست کے دیکھے  
مکن ناری سے تاجندی ہ  
ظہر سودا و وحشت میر تقی  
ہیں سے بیاں کام کی بھرتی  
اسے بجا ہم نے جب زیارت کی  
وہ تو تو کو گھبراہیں یہی ہی

اسی طرح انشا اور کاجی اور انشا اور قنیل کے سلسلے میں طرز پر ہشمار کی نئی شکل اور ایک خاص علی بحث سامنے آئی جس میں قرآن پاک سے سند حاصل کی گئی عطا حق نے فقہ پر کوشش و باندھا تھا انشا نے یہ فقہی تصرف ایک طرز پر جو بہ قلم کی صحت میرک سے

چرخ خوش گفت فانی شاعر غلام  
یک شعر نادر که در چرخه دقت  
در آن فقه ید را جلال مشاء و  
شنید این سخن ما چو گسترده سخن  
چفتا که سخن شاعر خوش منکم  
تو گشتی راهم ندانی و دست  
سختی از دست است ماما

که چون ذم او دهن رست ز باشد  
شود خواننده و شک به سطر ز باشد  
نوشته است وین غلط اصلا ز باشد  
ز آنکه به سرش اصلا ز باشد  
چون بچه شل مو ز باشد  
ترا سپید شعور و خوش ز باشد  
به کلام او هیچ غلط ز باشد

پوشیده در شعر حضرت ائمه

تشریح صحیح ہے نہ ہاں

انصار، امد قسین دونوں اہل حم دوست تھے ان کا ایک ہر متنا میں بفتح پڑھ گیا قبیل نے  
 انہیں ڈکارت میں منڈو کے ساتھ خوب توبہ کرنا بھیجے جس کے متنا پڑھ کر میں بسکون ہو گیا۔ مصداق کا

جو کتا حد سے غنائے برامتیا اور یہ کبت کہا۔

کہے جو کہ قتل جمع ہے وہ ککھری سناہ گمے کی ہے دم  
 کہے جو وہ خدا سنا سو غلط نہ طریق رشاد کو کیجیو غم  
 فتح ہو جو مضاف تو ہیں کو جزم باجی کیوں ہو ملک کے تم  
 خوشامیں غلط ہیں یہ سب مزا سنا مسیحی غنا منسکم  
 اسی طرح مرزا جعفر اور ان کے در بیان افشا ہر کی بحث کے سلسلے میں مرزا قتل کی مرزا جعفر کی قاتل کے  
 ان کے عی و قاتل کو نہیں پہنچی اور انھوں نے ایک نظم میں بجز اور ہر کے سلسلے میں مدلول کا انبار دیا۔  
 مرزا جعفر کو تو وہ کہاں خاطر میں لاتے ہیں البتہ قتل کی خوب خبری۔

|                                |                              |
|--------------------------------|------------------------------|
| نہیں مشفق، ہنسہ لاؤا           | م مرزئی قولا فقیہ            |
| وہ خطا کھ کر بس نہ ہتھی می دیر | جو انیسے کے سے رنگ نہ        |
| بہن چست اور چالاک ہے تو        | نظر آیا وہ لیکن منت دھوا     |
| بگھے کہتی ہے دنیا فانی منی     | تو کیو نہ ہو گی مجنوں کا ٹیو |
| وہ چھوڑ رہا تھا کویا دہشت      | ہست سے زہروں کو تو نے کیا    |
| وہ تحقیق غنا ہجر میں کل        | با کیوں ہائے مل کا دسیہ      |
| ہست سی اور دھب کی جھٹپڑ کا     | دیا تھا جھوٹا کھیلے ہی جیتو  |
| جواب اس شب کا تو مجھ سے جانے   | نہ کاہ بن نہ بنا ہونہ سپاہ   |
| وہ جبراً ہے جو بگڑا کے ہول     | سورہ ملی ہی ال مرزا قیتا     |
| درا سورا منزل میں تو دیکھے     | کہ بالفتح ماں ہجر اجمیہ      |
| یہی تو فتح کا باعث ہوا ہے      | لجے کیو نہ کر کے کا تو دسیہ  |
| بھلا آ تو سہی میں بھی پڑھو     | ہیں آیت و مہلہم۔ قیو         |
| جواب اس کا تو مجھ سے جانے      | تو بسم اللہ عام کر بھی       |
| پھر اوشان نہات انکلی سے کہ     | اٹھا دیوان علقہ تیزی         |

سلام حق سے ملے انھیں یہی صانع ہے اس کا سمیہ

ہو انقلاب ہے حق خدا

حرکوں ملک سے دامن ہے گریہ

اسی طرح فشاں و تفتی کے سر کے میں بھی متعدد خطرات و غولیں، قصیدے اور متفرق بیابانوں سے  
آئیں، عقل گرفت کی گئی، بندیں لگی گئیں، جو مورد شہنام طاری کی گئی، سہلک کے گاہ پہن  
تھک کر فدا ہو گیا، نوبت آگئی، مگر اس کا شہسہ پہلو یہ ہے کہ عروض دانی و قدس کا اے کے بغیر کسی  
استاد کی ستادی کا ہمراہی ہر حال میں مشکل تھا، گردن و دل غزل کے خمیہ کی احترامات کی نوعیت یہ تھی  
مثلاً انھوں نے کہا کہ

|                                    |                                       |
|------------------------------------|---------------------------------------|
| خجائی و خواہی اس کو غزل میں کہا ہے | بہر گز دست ہو مسکن ضرور کیا           |
| اس میں جو چاہیے تو قصیدہ و سنا ہے  | دستور و نور طور، یہی بختا ہے بہت      |
| کچلا ہوا شہسہ غزل کو بنا ہے        | یوں بنا کر شریف میں گردا کر زیم میں   |
| مردے کی باس زلفوں کو لاکر نکھلیے   | کیا لطف ہے کہ گردن کا فوراً بند ہو کر |
| وہاں رنجت پہ چھپو نہ جھلسے         | ایسے نہیں کشفِ توانی سے نظر میں       |
| ساندھ کے طراح آپ نہ گردن بٹھے      | مگر دن کا دخل کیا ہے سے مستور ہو کر   |
| چھتے کے سخت تیر کا دست نہ کھاسے    | مشفق کر ڈی کی ایک کڑی نہ بویے         |

اس وقت کی شہسہ کے مطابق فشاں نے غزل میں سبک اور خوشگوار توانی کے استعمال پر زور دیا۔  
ہے، اچھے توانی کے استعمال سے گریز کا مشورہ دیا ہے۔ غزل کی مناسبت سے شہسہ اور طالع ذبیحہ  
ضروری ہے۔ مگر ان کا مضمون یہ ہے کہ یہ کیلی اور مذاقی کا شہسہ دیا جائے اور پھر صحت الفاظ اور  
تلفظ کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ طالع کا حدیث طالع شہسہ کی کم علمی کی طرف اشارہ ہے کلام کے  
دھسم پر ایک زبردست جوت ہے عقل نے کتاب میں کہا

|                                      |                                   |
|--------------------------------------|-----------------------------------|
| تو نے پیر طبع میں مستور کی گردن      | اے تھک سدا غزل ہو مری تھی زہاں سے |
| مگر تو کا سر ہو سے تو کا نور کی گردن | ہے نہ ہنسا کی بہت خاک کا پتلا     |

گردن تو صراحی کے لئے قفس سے تابلی  
 اس سے بھی میں گورا غلطی اور چاہیے  
 کا نور تو بیت کا اسے بجے باریں مسئل  
 پہ لفظ شد و بھی درست کیا ہے تجھے  
 اتنی نہ تیرا آن تے مدد بھی کچھ ہے  
 یوں سیکر مدد گردن تو کیا: ناز و نبی  
 جو گردنیں بانہی ہیں میں تھک کر دکھائی  
 کو قافیاں پیاں ہی منظور تھی تو کو

بجا ہے جسم باد و انگور کی گردن  
 بانہ سے ہے کوئی خوش و انگور کی گردن  
 اور آپ جو پر بانہ سے تو کلام کی گردن  
 خم ہوتی ہے میری کلمہ نور کی گردن  
 ہر قافیے میں تو نے بد شعور کی گردن  
 سوچی نہ تھے حیف کر مزدور کی گردن  
 تو بچ کر دکھائی ہے شب بیکار کی گردن  
 تو بانہ بھی نہ کس کا خطہ شعور کی گردن

لکھوں ہی معافی کو کیا قتل پر افسوس  
 سوچی نہ تھے دستہ سا طعنے کی گردن

محقق کے جوانی اور امن کی بنیاد بھی وہی مبارک تھی ہے جو اس وقت مرجع تھا اور اظہار  
 عیبت اور عروض واتی قدس کلمہ شاد اور استادی کا ہر دم تھی۔ اس شعری بہادری سے بیت  
 سے لوگوں نے شرکت کی اور گردن والی زمین میں غزلیں کھیں۔ اس طرح انکی قطعہ میں کامیاب  
 تھا۔ محقق کی ذہل پر مشائے ہر اور جہات کئے۔ ان اور امنات کی نوعیت بھی کم دشمن وہی تھی اور  
 ان کے جوابات بھی اسی طرح کے تھے اس تنازعے نے جو اشتعال انگیز مسودہ نکل پیدا کی وہ منظر حیرت  
 کی سی زمیں میں دشنام آمیز غزلیں تھیں۔ ہر بات بڑھی تو محسوس کی ضرورت۔ یہ بگڑی کی  
 گئیں۔ اور ہر قصیدہ کی صورت میں معذرت نامہ۔ محقق نے ہر طویل میں جو بگڑی وہ اپنے  
 دھندلے کو بھی جو تھی اس جو کے گل چاہرے ہیں۔ جسکے قافیے ناواں۔ حیران و غیر ہیں اور دیکھ  
 و اندہ نسبت شائستہ عالم۔ محقق نے مجبور ہو کر نصف قطعہ بہادری نصرت میں قصیدہ اور محسوس  
 کر اپنی بے گناہی اور انش کی زیادتی پیش کی۔

بہر حال اس پوسٹ بہادری میں جو غزلیں قصیدے، گزل، قطعے اور لہجیات پیش کئے  
 گئے ان سے شعرا کی قدس گلام کا اظہار تو نہ ہوتا ہی ہے۔ مگر اس سے شعرا نے متاثر ہونا

LIBRARY

Anizman - 1 - 1940 - 1 - 1940 - 1 - 1940

وفا کی چیلش میں جو تجویں ہیں ان سے شہر کے قدس گام کے ساتھ طسٹ مزاج کی بھی ایک صورت پیدا  
 ہوتی ہے مگر تجسّسہ اشارہ ایسی ریکڈ ہی کے ذیل میں آتے ہیں۔ مگر ان سے قضا کی اور گوندی زبان کوہ نظر  
 حقیر دیکھنے اور شرفی اور شہری زبان کی برتری کا جذبہ نمایاں معلوم ہوتا ہے۔ دو سرے اہل زبان مجھے  
 کے شرف کو سہارو سنہ خصوصاً شرفائے شہر کو اور اور نچلے درجے کے لوگوں کے شاعری کرنے والوں کی  
 شادی کو غیر مستند اور ٹھٹھا نہیں لایا۔ مثلاً جرات کے جوہر کے کچھ بند لکھئے۔

|                                    |                                   |
|------------------------------------|-----------------------------------|
| کریں ہیں یکتا گوئی کا قصد حسبِ آتی | مصورِی کاٹے کام کرنے لب کھاتی     |
| غرض ہات پر اندھیر کی نظر آتی       | کر پر نچا ہوئی شادی زرا و بد ذاتی |

حضور میلستان کرے دلا سبھی

|                                      |                                     |
|--------------------------------------|-------------------------------------|
| جو خاک رو بہ تھے ان کا بے غش گئے باغ | جو مجلسِ ازل تھے انہیں بے پیشِ موزغ |
| جو غمزدہ تھے اب میں وہ الگ صد باغ    | جو کاڈں کاٹا خوش آسکر کے بولہ باغ   |

حضور میلستان کرے دلا سبھی

|                                      |                                     |
|--------------------------------------|-------------------------------------|
| اب ابی کو طائرِ سخن کے صید کی ہو خوش | کو تھ بہن کے تھی کا پلا ناہی کے عاش |
| اکڑ کے مسند خانی پہ بیٹھے جب قنارش   | تو کیوں دھڑکے پورا کی اوہ سونے خاش  |

حضور میلستان کرے دلا سبھی

|                                    |                                  |
|------------------------------------|----------------------------------|
| وہ بہرِ دلجات کے کبارینہ کہیں ابتر | کہیں برو حجاب و دیوڑی دریاں بہتر |
| نابالک بکندے جب بیرون کی تر        | دیکھوں نہ قدس حق دیکھ جنگی خیر   |

حضور میلستان کرے دلا سبھی

حقیر جگر اٹک کے قول کے مطابق۔ اس شخص میں جرات نے بندوستان کے سب پرندوں  
 کا نام بہت خوبصورت سے بانٹا ہے۔ گویا پرند ملک کا فہرست ہے۔ علی

مورخین نے ہمارے اور سر کے کنگ سے دیکھے اس طرح کی معاصرہ چٹکی دوہرے معاصر  
 شاعروں میں ہمیشہ ہی اس کی کیفیت ایک جھوک اور اپنے حق و شاکہ میں اپنے علم اور  
 شری کا ایک بہتری قائل رکھنے کے سوا کچھ نہیں تھی۔ دونوں بزرگوں نے ایک دوسرے کی اہمیت  
 کو تسلیم کر لیا تھا اور باہم دوستی و معاملہ میں استحکام بھی آچکا تھا۔ یہ حال انیسویں اور دسویں کی ملت  
 جھٹک کا جس کا بیشتر لوگوں کے شکر و دل عزیز ملک اور معتقدوں کے کام تھے جو اپنا تانکے کا  
 کوٹیاں کرتے اور فریق مخالف کے شری مخالف کو اچھلنے اپنے ایک ضلع میں سید مسعود حسن  
 رضوی ادیب نے صحیح لکھا ہے کہ

غرض ایک طرف دونوں استاد ایک دوسرے کا جواب اور جواب الہام کہتے رہتے تھے  
 دوسری طرف ان کے ملنے والے گرد اپنے پسند چلتا اور ان کے پاس اور دوسرے کے پاس اور  
 دھوڑ کر مل کر تے تھے۔ اور ان کے ملنے تھے اور ان کے جواب دہے جلتے تھے دن رات  
 کے ادبی سر کے عوام کی حکومت میں اضافہ اور ان کی شری صلاحیت اور عقیدے شور کو بہرہ ور کرتے  
 رہتے تھے۔ گھنٹہ عام ادبی سطح آگنی بوند تھی جتنی انیسویں صدی کے عہد میں چلتی۔ عا  
 ان کی چٹکیوں کے چمکے ثبوت دیکھئے۔

|                                    |  |
|------------------------------------|--|
| مفت مضمون کا زبوں ہوتا ہے          | یعنی علم نظم نغموں ہوتا ہے (ہجرت)      |
| پر ان میں جو سند سچ ہے حل شدہ      | اس سے مراد نیچے کا ہوں ہوتا ہے (آہستہ) |
| بہت ہے انیسویں صدی انصاف           | مضمون مرے عقل سے ہیں (انہما)           |
| مفت ہے کچھ مضمون کہیں سے           | یہ سب ہے ذکاوت ہے ذوق سخن کی (ہجرت)    |
| مکن نہیں روزانہ مضامین نہ تھے      | کچھ ہے کہ جس سے کہہ سکتی ہے (نقد)      |
| ہر بار غصہ مچیں مرے مضمون لکھیں کا | ہر بار غصہ مرے دریاں سخن کا (ہجرت)     |
| نوا سنہوں نے فری اے انیس           | ہر ایک زان کو خوشی بہا کر دیا (نقد)    |

نقد اور شاعر کی جھٹکی میں بہت پرستی ہے۔ یہی ہے کہ ان کے قریب اور نظریات میں نہ کرنا اور نقد -

پہلے لکھ بنے وہ دست لکھ میں ملتا آتش ہو



نہیں ہٹا دیں۔ ایک ہی طرح مانتے تھے کہ قادیان کی فتح پر پختہ میں ہفتس کے چلنے کا ثبوت لگایا۔ مگر بعد میں مشاہدہ ہوا۔ اس حوالہ قلعہ کی عیسیاں، اور ہس کی عیسیاں اور دین کے پھر میں نے تجربی زمینوں میں دو ذرا سے ذرا اور قصبہ تک پہنچنے کے دوران نے شروع کو نہ صرف محتاط ہونا سیکھا بلکہ مشق کن کی کثرت سے قدرت کام کے حصول کا اظہار بھی زمینوں کی فاضل جنت میں استعاروں میں جو سمیت مسائی کی کوششوں نے اردو شاعری میں نئے راستوں کی جھلک دکھائی غالب اور ذوق کی معاصرانہ شکل میں ادب و شعر کے گہرے اور کلاسیکی پتہ چنانے سے تنقید یعنی فن و فن کی غایوں تک محدود نہیں تھی بلکہ زندگی کی بصیرت اور زمانے کا عرفان بھی ایک سیار تھا۔ روایت پرستی کے مقابل میں تجربہ روایت سے انحراف کا بھی جذبہ تھا۔ بقول حسن حسگری: ”وہ اپنے گرد و پیش کے خالق و مخلوقات سے متاثر ہو کر تخلیق فن کی طرف اس حرج و مرج سے ہوتا تھا کہ اس کی زبان سے کلام ہم فقط قدامت پرستی کے سلیک نشتر میں جاتا تھا۔ شوق“

یہی اہل خرد کس روٹ خاصہ نازاں ہاشمی رسم و عام بہت ہے  
اس تصور کی تخلیق کے لئے غالب نے کئی کئی کوائف اور کوائف کے لئے سازگار تھے  
اس لئے کہ اس نے عیش پرست شہزادوں و حاکموں کے جذبات و محال کی نگاہ کی ہے۔ ان پر تنقید  
نہیں ڈال۔ لہذا ان ادبی اجتماعات میں جن میں اس نے ملے کھولے باہر تھا۔ ذوق کے فلسفہ کا بھی نظریہ  
سے دیکھے جانے کا خاص سبب یہی تھا۔ لہذا ایک بے کمر طبقہ کی اس قدر دل کو بعض اوقات ان بے وفائی  
کی کامیابی سے تعبیر کرتے ہیں: ”یہ“

غالب نے زبان و بیان اور محاورہ اور روزمرہ کی شاعری سے بہت کچھ کو تخلیق کا مزاج  
اور ذہن دیا مگر ذوق کے ماحول نے اس قسم کی تجرباتی شاعری کا شکوک دیا۔ غالب اور ذوق کی ہنس مینہ  
مجھے قلموں میں نظر آ رہی ہے۔ شوق

|                              |                                   |
|------------------------------|-----------------------------------|
| غالب اپنا عقیدہ ہے بقول ناسخ | آپ بے بہرہ ہے جو معتقد تیر نہیں   |
| پس منصف تو ہیں ان غالب       | تجھے ہم دل بکتے جو زبانیہ غار تا  |
| اگلی دہائی میں جہاں ہے بھائے | معاذ اللہ ہے ہنس عالم تقریر کا    |
| غالب شاعر صاحب ہجے ہے اثر    | مگر نہ شہر میں غالب کی آبرو کی ہے |

علی معین ذوق کے حوالہ سے لکھا: ”میں نے ان کے عقیدہ کو جاننا چاہا۔ ان کے عقیدہ کو جاننا چاہا۔ ان کے عقیدہ کو جاننا چاہا۔“

|                                     |   |
|-------------------------------------|---|
| نہ ہوا پر نہ چھویر کا انداز نصیب    | ذوق یاروں نے بہت زعفران بھی ملا         |
| اے ذوق بس زاپ کو صوفی قلم نے        | معلوم ہے قیامت بوجہ جناب کی             |
| دودھ گر کر ہے پتھر صحرے جا لگا      | توہ جاو کر تائینا کن رہا چلتا ہے        |
| بجھ رہی ہیں نہیں آتی ہے کوئی شمع کی | کوئی جانے تو یہ جانے کوئی کہے تو یہ کہے |

پہاں لکڑی سے دلتے سناقتے میں ہیں غارت نے معجزہ ہی کہا کر ۔

ہم سخن خیز ہیں غائب کے اظہار میں      دیکھیں اس سر سے کبہ کا کلاں نکالیں  
اور ذوق نے جواب دیا کہ ۔

جسکو دعویٰ ہے سخن کا بہانہ ہو      دیکھا اس طرح سے کہنے ہی سستہ رہا

اس شخصے میں غائب نے بھر معذرت جو قطع کیا ہے وہاں دونوں شاعروں کی چٹکنی کا آئینہ ہے ۔  
غائب کی معارفی اور بوشاکہ راغزائے نگرے کی مسرت بھی سامنے آتی ہے ۔ قطعات خواہد و شاعری  
کلیف و بصورت حق ہے ۔ نجلہ بدو فیہر حشام حسین و میں اس سانسے چٹکنی کی قداس نظر کی دھیا  
سے کتا اکل ۔ کہوں کہ غائب کی " قادر و حکلا می " ذات کوہ محافل ہی کا سپہ دہنو ہے ۔ اس کا شہر معنویت  
کا خزانہ نوزدنت اور کا سحر ہے ایک نکتہ تیرے تمام معجزوں و خدایوں اور مسرت کی بگ نبی ۔ اور  
غائب اس سے بڑی غلیظ جھوٹ بڑھونے ۔ عطا

### قطعات ملاحظہ ہو

|                                  |                                  |
|----------------------------------|----------------------------------|
| متکلم ہے گزشتہ اعمال ماسی        | اپنا بیان من لیت نہیں ہے         |
| سو پشت سے ہے پیشہ آب سے گرمی     | کچھ شاعری ذریعہ عزت نہیں ہے      |
| آزاد و بول اللہ مرا سکتا ہر گل   | ہرگز کبھی کسی سے صاحت نہیں ہے    |
| کیا کہ ہے شرف کفر کا فساد ہول    | لہا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں ہے |
| است و شے سے ہو کے پر خاش کا مہال | پرتاب نہ ہیں ۔ ہاقت نہیں ہے      |
| جام جہاں لہا ہے شہشاہ کا ضمیر    | سو گنہ اللہ کی عاقبت نہیں ہے     |
| میں کون اللہ بختہ اس سے تہ فا    | جنہا نہاد خام و حرف نہیں ہے      |
| سہرا گیا زور و مثال      مر      | دیکھ کر چارہ زور خامت نہیں ہے    |
| مطلع میں آہی ہے سخن گستر لہات    | مقصود اس سے کچھ کہنے نہیں ہے     |

فقطعات ملاحظہ ہو

روئے حق و صوفیہ اور سنیہ | دورِ اربعہ میں سنیہ  
 قسمت بری ہی طبیعت بری نہیں | ہے شکر و جگر کی شکایت نہیں بکے  
 صادق ہوں اپنے قول کا غلبہ خدا کو اور  
 کہتا ہوں جاکر جھوٹ کی عمارت نہیں بکے

غالب اور حایا قلیل اور بران کا طبع کے طرغیوں کے امین غالب کے دلی معرکے اگرچہ  
 شاعری نے ملنے میں نیکیاں سے بھی زبان و بیان اور قوافی زبان کے بہت سے گوشے ملتے آتے ہیں۔ وہ  
 بحر میں زبان دلی اور دل زبان کی حیثیت اور اہمیت اور ان کے حدود بھی ملتے آتے۔ فرہنگ  
 شاعری کے اصول اور مبادیات اور دوسرے مسائل بھی واضح ہوتے۔ علمی معاملات میں تحقیقی اور معرکوں  
 انداز فکر کی ہیئت بھی روشن ہوتی اور زبان میں لکھی جاتی۔ مثلاً مسائل صہابہ کرم علیہم السلام کی نسبت  
 غالب، تنقیہ اور بہت سے خطوط بھی اس کے سر ملنے میں اصلے کا سبب بنے۔

نشاخ اور اہل کھنڈ کے دلی معرکے میں بھی اہل زبان اور زبان والی بحث بار بار  
 ملنے آتی۔ غورنگ نے دلی دلی کے حوالے اور دہلی کے کھنڈ کی زبان پر زبردست چوٹ کی  
 پسے کھنڈوں پر داشت ذکر کے۔ انھوں نے انیس و دسیر کے شعری نقاد افس پر مبنی انتخاب نقص  
 ہم کار سہجہ میں شائع کیا جس پر اہل کھنڈ سخت براؤ و فریاد کرتے تھے جو حضرات دلی سے قہمت  
 و عنیت رکھتے تھے کی شاعری کی دھجیاں ڈالنی جانے لگیں اس خیال سے بھی کہ باواسطہ اہل دلی پر  
 چوٹ مل رہی ہے اور اس پہلو سے بھی کہ ایک غیر اہل زبان معنی نشتہ چھ بنگالہ کھنڈ کے اہل زبان "دلی  
 انیس و دسیر کی زبان و بیان کی خطیاں نکالیں ان کے مشتعل ہونے کے سے کافی تھا شدت جذبات  
 اور اشتعال میں تھا جھگڑا ہے۔ دلی ہوا۔ اہل کھنڈ کے ہاتھ سے دلی اصیاط چھٹ چھوٹے کی اس  
 کتاب کے جواب میں متعدد دلی ہیں لکھی گئیں جن میں سے بعض ہیں۔

- ۱۔ سنن والہ اثرش مضطحی تیرہ کھنڈ۔
- ۲۔ تعمیر اور ساع، نسخ النسخ از مرزا محمد رضا بھڑہ
- ۳۔ گستاخی معاف، ملا سید تقی حسن شاہ
- ۴۔ قطعی مضطحی مووی اتقاس۔

[illegible][illegible]

اس وقت اس کی کم و بیش جی سورت تھی۔ اسی طرح قواعد کی مختلف صورتوں میں مشافہہ ترکیب مالی میں کی۔ اور ان کے استعمال و اطلاق ان ستم دیانے تھا تاں خود اسی بار کے دوسرے مباحث میں مختلف ہندوؤں میں معرکہ رانی رہی۔ مگر اس کا مثبت پہلو یہ ہے کہ اس سے زبان و بیان کے مختلف گوشے روشن ہوئے۔ بہت سے اصول سامنے آئے اور بہت سے مسائل اور کتابوں کا رد و بیان داروں میں اضافہ ہوا۔ حالانکہ ستم کی معرکہ مالی میں بھلائی کی کتاب اب اللہ اعلم۔ اور ستم کی نفس فیہم کی وجہ سے کئی حرفت و رد کے احوال سامنے آئے۔ اور یہاں تک کہ جزہ طرہ

سے اعداد کا سہارہ پرست آیا۔ صفا و بی ادب اہل حرفہ ہیں انہیں سے صرف یہ سہارا  
 دیا گیا کہ موضوع و مواد کے مسائل بھی معرکوں کی بنیاد بنے۔ تار بج گولان لڑی کہ تعریف اور شکر شہر کا  
 نصرت و حمایت تنقید کا سہارا و غمخیزی کی صحت، روایت و روایت کے حدود و قیود ان سب معروضات پر لنگھیں ہوئی بہت سی  
 باتیں سامنے آئیں بہت سے مضامین، کتابیں، رودادیں، مآخذ بنائے گئے۔ ان کے معنی و وسوسہ آواز پر افسانہ آواز پر  
 ہر ممکنہ معنی، حسرت و تاثیر کا معرکہ مولانا دجلاوی کا نظمیں بجا دل ڈاکھنوی کی غزل پر معرکہ اور جوثر کا وہ شاہ  
 و غوی کے درمیان نظمیں اور اپنی متنازع اور اس کے حدود اور دوسرے ہیوں اور شاعروں کے ہیں بہت  
 سے پہلے معرکے ہوئے۔ ان سب معرکوں نے علم و ادب کے بہت سے دھندلے گوشوں کو روشن کیا  
 اس ضمن میں جمال لکھنوی اور شوق نیوی کے ایک ادبی، تحریر کے پیش کے بعد پر انہماک جہاں کی جاتا ہے۔  
 محمد ظہیر اس شوق نیوی کو دوسرے ادیبوں کا غنا و بکھارات کی نعمت اور عدم صحت سے بڑی  
 دلچسپی تھی۔ لکھنوی دورانی تعلیم انھوں نے حفاظ کی محنت اور عدم صحت پر ششماں ایک کتاب اڑا ہوا،  
 ان غلوں کے نام سے لکھی ہیں یہ جمال لکھنوی کی کتاب تنقید و انتقاد ہے بعض جگہوں پر اختلاف  
 کیا گیا تھا جمال لکھنوی کو یہ بات ناگوار گذری کہ ایک غیر اہل زبان ایک اہل زبان کی زبان پر تنقید کرے  
 اور وہ بھی مرکز اور دھندلیں چھو کر انھوں نے ایک سلسلہ اپنے کسی ساگر کے نام سے تردید کے عنوان  
 سے شائع کر دیا۔ اس میں انات اللہ کا پرست تنقید کی کمی تھی۔ شوق نیوی تعلیم سے فارغ ہو کر بے  
 غیرہ دیکھ رہے تھے کہ جواب بے سارہ تنقید کے نام سے ایک دوسری کتاب لکھی جمال لکھنوی  
 کی نظر شوق اور لکھنوی کی غمخیزی تھی اور ان میں خود خداتو بیچ آدھا لکھا اور مذکورہ شوق  
 کے نام سے لکھی گئی اس خط میں شوق نے اور غیرہ کو برا بھلا کہا۔ غیرہ میں مضامین چھپتے رہے۔  
 شوق احمد علی شوق کے اخبار مارا اور "نکستوں" بھی مضریا۔

جمال لکھنوی نے کہا تھا کہ اصل و سرچ کا وہ جہاں بنائے ہے فصاحت لکھنوی یاں چنے  
 ہیں، جہاں میں غلط ہے اور جہاں میں صحیح ہے۔ شوق نیوی کا کہنا تھا۔ جہاں میں غلط نہیں صحیح ہے  
 اہل دی جہاں میں بھی جھٹکتے ہیں۔ اور اور پھر خود اہل لکھنوی جہاں بنان کے ساتھ ساتھ جہاں  
 میں استعمال کرتے ہیں۔ اثر لکھنوی لکھتے ہیں کہ ہم جہاں میں اس طرح آوازوں سے استعمال کرتے ہیں جس  
 طرح جہاں بنان ہیں۔ اس نے اپنی ایک تصنیف کی کلام جہاں میں لکھا ہے (دیکھ، ۱۹۳۱ء)  
 انھوں نے غزل، ناول اور غزلیہ شہید عالم صاحب کا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ بحث تھی کہ جہاں میں صحیح ہے یا



رجوع کیا مگر تو انھوں نے کہا کہ اگلی کھڑی میں چھان بنان غلطوہ چھایں کہوہ جانا تھا۔ لیکن قلم سے  
 دوسرے قول نہیں ہوا اور اس کی نڈی قلم تک محدود رہی نہ کہ چھایں میں غلام خود سے نیا  
 پہلے مگر شعر پہلی شخص استعمال کرے تو غلط نہیں کہا جاسکتا۔ (مجموعہ شمس ۱۲۲)

لفظ روپیہ کے لئے جہاں نے سرمایہ زبان اردو میں لکھا کہ روپیہ سکندر چاند کو کہتے ہیں  
 جمع اس کی ضمائر روپے ہوتے ہیں۔ اور یہ جو ہائے معنی سے روپیہ کہا جاتا ہے لطف بیکہاں کے  
 عندیہ میں غلط ہے۔ شوق نے لکھا کہ شید جہاں صاحب نے روپیہ پہلے معنی کو اس سے غلط  
 لکھا کہ لفظ ہندی ہے اور غلط ہندی کے آخر میں ہائے غلطیہ نہیں لکھ جاتی تھیں۔ تاہم کلید  
 اس قسم کے غلط ہائے غلطیہ کھنکھیں ہیں۔ جہاں کو یہاں کہنا درست نہیں ہے بلکہ اصل معنی  
 یہ ہے کہ غلط ہندی کو ہائے غلطیہ کہنا اگرچہ درست نہیں ہے لیکن اگر کوئی غلط ہندی سے غرض  
 کر لیا جلتے تو پھر اس کو ہائے غلطیہ کے ساتھ کہنا بالکل درست ہے ہی معنی اس لفظ روپیہ  
 کے ساتھ ہے اسی وجہ سے متاخرین نے بھی اس کا استعمال کیا ہے۔

لفظ اسوق کے لئے جہاں نے لکھا کہ بدین معنی غلط اور پڑھنا غلط ہے۔ صحیح سوچنا  
 ہے۔ جہاں کو محفل فیض میں خود جہاں کی نے "سوق سین بعد بولویول دیم فارسی" کہا ہے جہاں  
 شوق نبوی کا لقب تھا کہ جب نصیحت نے حق کا قافیہ سوچا اندھا تو یہ کہ غلط ہو سکتا ہے۔ اس طرح  
 غلطی کو جہاں نے بسکوت لفظ فریبہ لکھا کہ یہ باطن غلبہ صحیح ہے۔ شوق نبوی نے خود جہاں کا شعر  
 ثبوت میں پیش کیا جس میں غلبہ بسکوت نام استعمال ہوا تھا۔

لوفاس سے بیزار افق کا تو نے پہلا  
 فرعون پر کلیم کو غلبہ دکھایا۔

(مجموعہ شمس ۱۲۲)

اسی طرح لفظ کی تدبیر کا معنی تھا جب جہاں خود اس کی تدبیر کے قائل تھے قضا عدہ اردو کی ریت سے  
 اگلی حق و افانوں کے ساتھ غفلتوں آجی ہے تھا۔ جہاں انھوں نے ایک شعر میں یاد ان کے ساتھ نقیض  
 استعمال کیا ہے۔

کس بندہ ہے جس سخن اثر افش  
 شوق غلطیوں میں دھن معنی رنگیں زہد  
 اسی طرح لکھا کہ اسے غمزدگی کی جگہ ہائے غلطی سے ہوں، ہونہ کی جگہ ہونٹ ہوں اور کہنا پر ہونٹ



پیت بہ نعلانی مجھ کو شکوہ تھی ان معروف پشتہ (۱۳۳۳ء)

شوق نے کہا کہ غصہ دبستا ایک جانتے دیکھا کہ پشتہ کی ہندی پیٹھ سے نہ پیٹ بروزن کشت  
باکلی صاحب پیٹ ہو چوہوں کو ایک ہی کیا چاہتے ہیں۔ آغا ستادی کس دن کام آئے گی۔ دیکھو  
جنب ہل گھنوا! رلیف میں فراتے ہیں۔

جو صدمہ بھی یاد آگئی تہساری بیٹھ کر زمیں سے نہیں گئے کی پھر جاری بیٹھا  
ضرب و شاکہ ادوات کے غصے میں بھی شوق نے جھلک کا مذاق ڈرایا۔ شہنا جہاں نے سرانہ زبان اردو  
میں ایک مثل لکھی ہے کہ۔ باقی جزا سے پھر کا کون کا، شوق نبوی نے طنز لکھا کہ  
اس مثل کی تراش خراش غفلتوں کی بندش ہی پھر ہی سے کہ جہاں پورہ کی زبان ہے غصہ  
ضمایوں ہوتے ہیں۔ اتنی ہر سہ سے کا جب بھی سوچا گئے گا۔ ہر شخص کا مذاق سلیم دونوں میں فرق  
نکل سکتا ہے کہ کون نصیحت لے گا کون قحطی اسی طرح رو پھر ہونا ہر سہ کے معنی میں بھاگتا اور دوزخ ہونے کے بحر  
جہاں گھنوی نے سرانہ زبان اردو میں لکھا کہ۔ رو پھر ہونا۔ کسی کا سر گردانہ حیران ہونا اس کا  
بھی شوق نے مذاق ڈرایا۔

کچھ غفلتوں کی تذکیر و تائید کے سلسلے میں جہاں شوق نے شیر قریب میں کی غفلتوں کے  
ایک جھٹکا۔ جتنی غفلتوں کی بھی ہے جو خاص دل پہ سے سرانہ زبان اردو میں جہاں نے لکھا کہ۔  
ہر سہ زبور۔ مذکور یعنی جتنی کو جگہ ہوا اور معروف ہوتے ہیں۔ پس و غصہ جہاں کو بنا ہر  
مادہ مضامین کے غفلتوں کے اس کے صحت میں کام ہے۔ البتہ جسکو کرک شہتاپ کے معنی پر  
صحیح ہے۔ (سرانہ زبان اردو ۱۳۳۳ء)

شوق نبوی کا جب جہاں گھنوی سے دل سے کرک جو اتوار اور غفلت کے ساتھ غفلت  
بھی سامنے آیا۔ شوق نے ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۵ء کے شیر قریب میں اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ۔ جناب  
عالی (زبور کے معنی میں) جتنی اور جگہ دو دلی لکھی ہیں۔

(الغرض)

۱۔ ہر سہ جہاں گھنوی سے شوق نبوی کے دل سے کرک جو اتوار اور غفلت کے ساتھ غفلت کے ساتھ  
۲۔ ہر سہ جہاں گھنوی سے شوق نبوی کے دل سے کرک جو اتوار اور غفلت کے ساتھ غفلت کے ساتھ  
۳۔ ہر سہ جہاں گھنوی سے شوق نبوی کے دل سے کرک جو اتوار اور غفلت کے ساتھ غفلت کے ساتھ

بعد سے ہر دو پست سب دو ہون سے پاس ۲۰ ہوں مر یا رہا ۵۰ وچند میں  
 ہزار آزاد گھنٹوں میں اس کے شریک مناش احمد کی شوق نے ۱۵۰ اکوڑ وشتہ کو کھکھ جی نور شوکا  
 فرق جو حضرت جہاں نے کھلے دی صحیح ہے۔ ہند کے کام سے حضرت نبوی جگنو کی سند سے ہیں  
 ان کو یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ ہند کی کتنی مستند سائنس دان ہیں۔ جہاں تک ہم وقت میں نہیں  
 ہے۔ ہند کے یہاں غلط بہت نہیں گئے ہی سبب سے کہ نہ کو نہ پہچانے کسی نے مستند مانا ہے  
 اور نہ آج مستند مانا ہے۔ انکس باقی مہاراجہ تیسرے کے کام کی سند ہو تو ٹھیک ہے یہ خط  
 اس بحث میں بھی مل احمد شوق کے علاوہ الایٹر مشیر قیصر جناب جی تری لوی اور شوق نبوی کے شکر و  
 عید حبیبہ عظیم آبادی حضرت علی خاں حضرت گھوڑی اور شوق کے ایک شکر واصل عظیم آبادی۔  
 نے بھی خط لیا۔ واصل عظیم آبادی نے اپنے محفل میں لکھا کہ اگر مستند نہ ہوتے تو خود جہاں لکھنوی  
 جہنم کی تہ کسیہ کے سنے ان کی سند لے لے اور اگر یہ سند بھی مانی جاتے تو بھی نہ صرف سند  
 لکھنوی شعرا نے اسکا استعمال بطور زور کیا ہے چنانچہ انھوں نے اسیر لکھنوی کے شکر دانا  
 حیدر خانوں کا ایک شعر سند میں پیش کیا ہے

شب کو یاد آئے اگر اس کے گلے کا جگنو ۵ جوشہ ارو سے مری آؤ کا جگنو جو ہاتے  
 ڈیڑھ مشیر قیصر نے بھی لکھتے کے معنی زاد مستند ان کی حضرت سے ملے قادیان میں۔ خلاصہ جہنم  
 صورتوں کو بھیج کر بیگات سے اس کی تصدیق چندی اور پوری تفتیش کے بعد مشیر قیصر کے ایک  
 شاعر سے میں لکھا کہ

"اس سفر ہم نے کئی معزز نمبروں کے علاوہ پانچ نامی بیگات سے ان کے محفلوں میں  
 معتمد عورتیں بھیج کر رہا ہے کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ہم تو گے جگنو ہوتے ہیں۔ اس  
 سے جگنو اور جگنو دونوں کا صحیح ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ جہاں کی تحقیق ناقص ثابت

ہوئی۔ حضرت آزاد اپنی تعلیم واپس ہیں۔ مشیر ۵

اسی سچ شوق نے جناب امہ لکھنوی کو ایک خط لکھا کہ اس کی تصدیق چاہی۔ انھوں نے لکھا کہ شرانے لکھنوی  
 نے جگنو اور جگنو دونوں صورتوں سے اس خط کو لکھا ہے۔ یہ دیکھنے میں بھی استعمال نہ لکھنوی

علی محمد حسن آبادی اور شوق لکھنوی کے علی سرکار نے لکھا کہ انھوں نے خود لکھا کہ مشیر قیصر ۵  
 علی نقی لکھنوی اور علی محمد حسن آبادی ۵

دوہ سر کا دوپٹا سب کو جو مردن لے پاؤں ۶ سوں طرح یار ۶ جو چلک لیا  
 اخبار آزاد گھنٹوں میں اس کے ڈیرہ منشی احمد علی شوق نے ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو لکھا کہ عجبیہ لکھنؤ کا  
 فرق جو حضرت جلال نے لکھا ہے وہی صحیح ہے۔ سند کے کلم سے حضرت شیخ عجمی کی سند لائے ہیں  
 ان کو یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ سند کی گیتی مستند اساتذہ میں کیا نہیں ہے۔ جہاں تک ہم دھت میں رہیں  
 ہے۔ سند کے یہاں غلط بہت ہیں گے یہی سبب ہے کہ سند کو نہ پہلے کسی نے مستند بنا ہے۔  
 اور نہ آج مستند مانا ہے۔ انتشار، ناخ، صبا، وزیر، اسیر ان کے کلام کی سند ہو تو ٹھیک ہے؟ ع  
 اس بحث میں مثنیٰ علی احمد شوق کے علاوہ الاثیر مشیر قیصر، جناب مثنیٰ آدیلوی اور شوق نیوی کے شاگرد  
 بیہ حسب عظیم آبادی، حضرت علی خاں حضرت لکھنوی اور شوق کے ایک شاگرد جو اصل عظیم آبادی۔  
 نے بھی حصہ لیا۔ اصل عظیم آبادی نے اپنے مضمون میں لکھا کہ سند اگر مستند ہوتے تو خود جلال لکھنوی  
 جہنم کی تہ کیسہ کے سٹے ان کی سند نہ لیتے اور اگر یہ سند بھی مانی جاتے تو بھی حضرت سند  
 لکھنوی شعراء نے اسکا استعمال بطور زہر کیا ہے چنانچہ انھوں نے اسیر لکھنوی کے شاگرد آغا  
 حیدر مانوں کا ایک شعر سند میں پیش کیا۔

شب کو یاد آئے اگر اس کے گلے کا جگنو ۶ جو شرارہ ہے مری آہ کا جگنو ہو جائے  
 اوڈیر مشیر قیصر نے بھی لکھنؤ کے معزز زاد مستند اہل نبال حضرات سے رابطہ قائم کیا۔ نکات میں احمد  
 عورتوں کو بھیج کر بیگات سے اس کی تصدیق چاہی اور پوری تفتیش کے بعد مشیر قیصر کے ایک  
 شاعرے میں لکھا۔

۱۰۔ اس سند ہم نے کئی معزز رئیسوں کے علاوہ پانچ نامی بیگات سے ان کے مضمون میں  
 معتد عورتیں بھیج کر دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ ہم لوگ جگنو جوتے ہیں۔ اس  
 سے عجبیہ اور جگنو دونوں کا صحیح ہونا اچھی طرح ثابت ہو گیا۔ جلال کی تحقیق ناقص ثابت

ہوئی۔ حضرت آزاد اپنی تعقیب واپس لیں۔ مطہر۔ ع

ق نے جناب اسیر لکھنوی کو ایک خط لکھا کہ اس کی تصدیق چاہی۔ انھوں نے لکھا کہ شعراء لکھنؤ  
 یعنی دونوں محدثوں سے اس خط کو نظر کیا ہے۔ میری رائے میں بھی استعمال نوظائد کو

کا دونوں طرف ہنسی ہے۔ موافق آپ کے لفظ کے بنو معائنہ عنایت نامہ دو شعر علم ہے جیسا۔  
 بھی آیا چمکتا ہوا آنکھوں کو نظر | بخت کامیرے تیرے ہے کہ جگنو تیرا  
 حال طوق کا اس میں کپڑے ہے | سہیل کھس ہے اس کے حق کی جگنی کا  
 اس کے ساتھ ہی بیہوش غنیم آبادی نے پاک صفوں میں مختلف اساتذہ کھنوکے کام سے جگنو  
 یعنی زیور کے سند کا شکر کر کے اسے شائع کر لیا۔ آخری شعر ہے یہی معلوم ہوا کہ جگنو کے کا بڑا اور  
 جگنی جھوٹا زیور ہے۔ اشعار یہ تھے | (قال ام پوری شاعر دہلی گری) |  
 کہ میں نے شب و دن کا دھڑکے کی اور | ہیرے کی گنی دو جو ہے جگنو میں تھارے  
 نہ تھا جو کہ دن وہ محل روئے سے | چلا آتی ہے پھولوں کی بو گلے سے  
 اٹھالوں میں آنکھوں کا نارا سمجھ کر | آتا ہے جودہ ماہ جگنو گلے سے  
 عاشقوں کے بخت کا اختر جودہ کوئی تو ہو | کر کے میں آپ کے جگنو نہیں جگنی تو ہوا راکھ کی  
 اس شعر کے میں غلطی تحقیق اور جستجو کی جو کوشش ہو نہیں اس سے زبان اور صحت زبان کے سلسلے  
 میں کسی پہلو روشن ہوئے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ زبان کی تحقیق اور تلاش اور علم کے حصول کے لئے  
 مرکز زبان سے دور کے بھی اہل علم اسی طرح مستند ہیں بطرح اہل زبان اہل علم ہوسکتے ہیں شرط یہ ہے  
 کہ بات علمی انداز اور دلائل سے کہ جائے۔

## لسانی حقیقت

اٹھارہویں صدی تک شہر دہلی مرکز زبان کی حیثیت سے مستند و معتبر رہا۔ مگر دہلی  
 جگنو کی خوشحالی نے دہلی کے معتبرین کو کھنوکھنوا دیا۔ یہاں تک کہ ۱۹ویں صدی میں  
 رفت دہلی سے سیاسی تعلق ختم کر لیا۔ جو سیاست معاشرہ اور زبان بھی میدانوں میں  
 کا اعلان کر دیا۔ جذبات رقابت اور محسوس کے دعوے سے آگے بڑھ کر اہل کھنوکھنے  
 دہلی کے مقابلے میں معتبر اور مستند مہربان شروع کر دیا اور دہلی کی زبان کا مذاق اڑایا۔  
 مگر یہ دہلی کے لئے گریہ



عدوت و درادھک سوزیں جا جا رہا ہو رہے رہے۔ اور جیسے سے سے دیکھ رہے ہیں۔ پس بعد میں  
کے کسی شہر کو ایل دی سے اس قدر میل جمل کا سو قوت نہیں ملا۔ جس قدر کھنوکھ ہے۔ یہاں تک کہ دونوں  
شہروں کی زبان میں ایک مثلت پیدا ہو گئی ہے اور خاص خاص الفاظ و کلمات کے سوا دونوں کی بولچال  
اور لہجے میں کوئی معترضہ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ ع

اور بد بچہ میں کوئی تحدید نہیں۔ وہ کسی بھی قسم کی حد بندی سے آزاد ہے۔  
 ہر فیئر سٹوڈنٹ جس فنوی ادیب نے حاشیہ فہم اردو میں مکی کھسکا کر دلی اور کھنواپنی  
 فنونیتوں کے اعتبار سے زبان کے مرکز قرار پائے ہیں۔ - ۷۰ -

۴ اور بقول حضرت مسیح مہدی

شہر دو میں صاف ستھری ہے جہاں کی گفتگو ۛ نقش ہوں خاص دہلی نقش ثانی لکھنؤ  
خود لکھنؤ کی زبان ۛ کے مصنف شمس لکھنوی نے امرتسن کی کہ تمام اہل فن نے متفقہ طور پر دہلی اور لکھنؤ  
کو زبان کا مرکز تسلیم کر لیا ہے ۛ مگر مجھ کو وہاں کھڑا ہوتا ہے جہاں محض کسی ایک شہر کی زبان کی برتری  
ثابت کی جائے ۛ شہر رسد تحقیق زبان و خط میں بہ افغونہ نشا نے ٹھیکہ ۛ  
ۛ زبان اردو روزمرہ شہر دہلی ہی کو کہتے ہیں ۛ ۛ

امیر مہدی بھڑو نے غائب کے ایک خط کے جواب میں لکھا کہ "قبر و کعبہ! آداب یہاں کا مول۔ بھلا حضرت مجھے کیوں شرم آئے۔ اگر شرم آئے جب یہاں سرور کو آئے جس نے وہ وفات کیا کر جیسا کہ مکتوب ہے ویسا کوئی شہر نہیں۔ ان سے کہنا چاہیے کہ اسے بندہ خدا، خدا سے ڈر، کہ مکتوب کو بادشاہ کا دارالخلافہ رہا ہے۔ کون کی تاریخ میں دہائے لوگوں کی خوش بیانی کا حال تھا جو اسے ماہیت تو اس کی یہ ہے تاکہ مضافات صوبہ اودھ میں کا ایک شہر ہے، دہائی کے کچھ نمبر مقابلہ کرے گا" و۔ صغیر بھٹائی نے ص ۱۰۲ صفحہ ۴۸۔ ایک جگہ لکھا کہ

مقدور خارج زبان کے درستی کے تحت وہ کھنڈ میں تمام ہوئے۔ جب جب جو لفظ نظر

سک کی ہوئی زبان سے باہر نہ ہو گا۔ ایک اور جگہ لکھا کہ: اس وقت کہ زبان مرد جو مقام  
بہ شعر اور مضامین کے بتاؤں میں ہے گھنوں کی درست کی ہوئی ہے مایوسی پر تو قواعد و ضوابط

کے ساتھ ساتھ ۲۰ روپے ہر مہینہ ہر مہینہ ہر مہینہ

رکھنے کی زبان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔



ہوتا ہے۔ بہت سے الفاظ ایسے ہوتے ہیں جو اگرچہ محام میں مقبول ہوتے ہیں، مگر کثرت استعمال کے سبب خواص بھی انہیں پناہ دیتے ہیں۔ اور اس طرح انہیں درجہ سند مل جاتا ہے۔ بہر حال اصل بحث کھنڈ اور دہی کی زبان کی ہے۔ مرزا صاحب نے کھنڈ کی برتری ثابت کرنے کے لئے "مراض کی کو دہی میں جب چرے راست سے مراد ہو تو دایاں بایاں کہیں گے۔ اہل کھنڈ اور اپنا بایاں کہتے ہیں جو کم فصیح ہے۔" اثر صاحب کہتے ہیں: "سراسر اتہام اور غلط بیانی ہے۔ ہم بھی دہنا بایاں اور دایاں بایاں بولتے ہیں۔ ہم لوگوں کی بول چال ہے۔ دہنا تو دایاں راست۔ دائیں بایاں، دیکھتے ہوئے۔ یہی نہیں بلکہ گزشتہ فصاحت کے مصنف کا بیان مانا جائے تو مرزا صاحب نے دہی کی غیر فصیح زبان کو کھنڈ کے سر تعویذ ہے۔ فدا فصاحت کی عبارت ہے: "دہنا۔ دہی، کھنڈ میں اس جگہ دہنا مستعمل ہے۔" آئیت ۲۰

جب تک حال کرے نہ لکھے منہ کو + قاف کو دہنے ہاتھ کا کی نامحرام ہے

وہ ہے، وہ ہے، کو اہتہ ہم نے محکم باہر کر دیا ہے اور یہ ترک اختیار خود اس بات کا شاہد ہے کہ ہم زبان کے معاملے میں دہی کے مقدمہ نہیں بلکہ تہاد سے کام لیتے ہیں۔" وا

اس کے بعد دونوں ہر گول کے تین چاند محاورات پر بحث ہے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں: "دہی میں لکھک نکل جاتا، ہوتے ہیں۔" اثر کے بقول کھنڈ میں سٹی ہونا ہے۔ سرعہ پٹانا، در بغلیں جھانکنا ہوتے ہیں۔ مزید طرز کرتے ہیں کہ ٹھیک، ہانے مچول کے ساتھ بسنی ڈاس کے ہیں جو ایک رکیک امر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کھنڈ کہاں پر، اثر صاحب کہتے ہیں کہ کھنڈ کوئی عتدی نہیں صحیح حفظ اندوز استعمال، پاکھنڈ ہے۔ جس کے معنی جعل، فریب جعل سڈ کو پاکھنڈی کہتے ہیں۔ پاکھنڈ پھانڈ کے مترادفات ہم میں جہل پیسہ، ڈھونگ رچانا، فیلسوفی کرنا وغیرہ ہیں۔ دہی میں پترے میں عتقے کھونا، کچا چٹھا کھونا ہے۔ جانا پھینا، کھنڈ میں جلا لگنا یا جہنا۔ چھوٹی انتی کھنڈ میں غی پودہ، ست، بچیری، کھنڈ میں ست جہا ہے۔ اثر صاحب کے بقول دھنا سینا اور سن کھنڈ میں دونوں طرح مستعمل ہے۔ مانا پڑا قدیم لفظ تھا جس کی جگہ مانا گیا ہے کھنڈ دونوں جگہ مستعمل ہے۔ اس کو صرف دہی تک محدود نہیں کیا جاسکتا اسی طرح

ہوتا ہے۔ بہت سے الفاظ ایسے ہوتے ہیں جو اگرچہ محام میں مقبول ہوتے ہیں، مگر کثرت استعمال کے سبب خواص بھی انہیں پناہ دیتے ہیں۔ اور اس طرح انہیں درجہ سند میں ہوتا ہے۔ بہر حال اصل بحث کھنڈ اور دہی کی زبان کی ہے۔ مرزا صاحب نے کھنڈ کی برتری ثابت کرنے کے لئے، قرآن کی کو دہی میں حسب چرچے ماست سے مراد ہوتا تو دایاں بایاں کہیں گے۔ اہل کھنڈ واپسا بایاں کہتے ہیں جو کم فصیح ہے۔ شریعت کہتے ہیں۔ سراسر اتہام اور غلط بیانی ہے۔ ہم میں دہنا بایاں اور دایاں بایاں ہوتے ہیں۔ ہم لوگوں کی بول چال ہے۔ دہنا تو دایاں ماست۔ دائیں بایں دیکھتے ہوئے۔ یہی نہیں بلکہ نور افغان کے مصنف کا بیان مانا جائے تو مرزا صاحب نے دہلی کی غیر فصیح زبان کو کھنڈ کے سر تعویذ ہے۔ فداغیات کی عبارت یہ ہے۔ (دہنا۔ دہی) کھنڈ میں سبک دہنا مستعمل ہے۔ آیت ۱۲ جب تک سال کرے نہ بھبھے منہ کو + قاق کو دہنے ہاتھ کا کھنا حرام ہے دوسرے، پے سے، کو اہتہ ہم نے عسل باہر کر دیا ہے۔ دوسرے ترک اختیار خواص بات کا شاہد ہے کہ ہم زبان کے معاملے میں دہی کے مقدمہ نہیں بلکہ تہاد سے کام لیتے ہیں۔“ وا

اس کے بعد دونوں ہڑکوں کے تین چہند محاورات پر بحث ہے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ دہی میں لھیک نکل جانا، ہوتے ہیں۔ اتر کے بقول کھنڈ میں سٹی جونا ہے۔ سرعہ پانا، در بغلیں بھاٹکن ہوتے ہیں۔ مزید طرز کرتے ہیں کہ ٹھیک، ہائے مجہول کے ساتھ بسنی ڈاس کے ہیں جویک ریک مرکی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پختہ کھانا پر۔ اتر صاحب کہتے ہیں کہ پختہ کوئی غلطی نہیں صحیح لفظ اردو سے استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی جعل، فریب، جعل سڈ کو پختہ ڈی کہتے ہیں۔ پختہ پھانڈ کے مترادفات ہم میں جلی پھانا، ڈھونگ، پھانا، فیلسوفی کرنا وغیرہ ہیں۔ دہی میں پترے میں عقدے کھونا، کچا چٹا کھونا ہے۔ جانا پھونا، کھنڈ میں بلا لگا دینا۔ چھوٹی ہنٹی لٹو تک غی پودہ، ست، بیچری، کھنڈ میں ست بجا ہے۔ اتر صاحب کے بقول دھنا سینا اور سن کھنڈ میں دونوں طرح مستعمل ہے۔ سارا پڑا قدیم لفظ تھا جس کی جگہ مانا گیا نہ کھنڈ دونوں جگہ مستعمل ہے۔ اس کو وطن دہی تک محدود نہیں کیا جاسکتا اسی طرح

تذکرہ قانیٹ کے مختلف کا بھی مرزا صاحب نے ذکر کیا ہے۔ دست پناہ بھی اسی قبیل سے ہے۔  
 مرزا صاحب کے بقول یہ دلی میں مذکور اور کھنڈ میں مونٹ ہے جبکہ بقول اکثر "دست پناہ کھنڈ میں  
 بھی مذکور ہے۔ مرزا صاحب یہ بھی یاد رکھیں کہ ہم نے دست پناہ کو دو سپہ بانہایا ہے اور اب یہی  
 صحیح و فصیح سے یہاں ہمیشہ دروں کی تذکرہ قانیٹ بھی خاصی دلچسپ ہے۔ جہاں کی قانیٹ بقول  
 مرزا صاحب دلی میں بجلی۔ کھنڈ میں بجلی بن کبار دلی میں کباری۔ کھنڈ میں کبارن۔ سنار دلی میں مندی  
 کھنڈ میں سنارن ہے اسی طرح بھیارہ، دلی میں بھیارہ اور کھنڈ میں بھیارن ہے مرزا صاحب کے  
 بقول کھنڈ میں کباری کبارن دونوں استعمال ہوتے ہیں۔ مگر دونوں کے معنی میں فرق ہے کباری  
 کو مہر بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح بھیارہ اور بھیارن دونوں کھنڈ میں مستعمل ہیں۔ مرزا صاحب نے  
 پلٹک پر رہنا، برسی انچھوہ، مینک آنا جانا، چبے کا رنگ، کننا وغیرہ محاورات کو کھنڈ کا بتایا ہے۔  
 جب کہ بقول ثریہ معروضہ محاورات دلی کے کسی کو نہ کھڑے میں پڑے ہوں۔ یہی حال ہر جگہ  
 ہوتا ہے۔ میں نے کھنڈ میں کی شریف کو ٹھکر کہتے نہیں سنا۔ یہ گنواروں کی زبان سے (اور وہ میں  
 بڑے بڑے تھے) اور تلو سفید جھوٹ سے کہیں (راہ مولم) دلی کی زبان اور کچھ کھنڈ کی زبان ہے  
 یہ تو دلی میں ہوئی کہ اپنی اپنی دوسرے یہ گنوال۔ دلی کے آخری تاجدار حضرت ظفر کا شعر ہے یہ

جہاں کو ہم زاد کہتے تھے ہڑا سوائے غفرت

میکد سے کک کچھ تک فالت رکھ کر ملی گئے

اور آتش کھنڈی کھنڈ ہے

یہ لہجہ دیکھنے کی زنجیر سے آواز آتی ہے

وہ بچوں میں پھنسا ہے جو بے آہنگی کے زندوں میں

جبکہ بقول کھنڈی اندھیرا، اندھیارا، اجالا، اچھالا، کنہا، کانہا، دھن مستعمل ہیں

ہاں ہوجانے کو کیسا جانا اور کھنڈ میں کسا جانا ہوتے ہیں۔ شہد کی کھی کھنڈ میں محض

دلی کی بھی ہے۔ البتہ سارنگ شہد کی بڑی کھی کے لئے مخصوص ہے۔ اس ضمن

پر بھی کچھ گفتگو ہے۔ اور فصیح اور غیر فصیح کی بات بھی زیر بحث آگئی ہے۔ اس سلسلے

میں دونوں عجوبوں کے شعرا کے یہاں ناگوار غفلتوں کا استعمال مل جاتا تھا۔ اس سلسلے میں کئی ایک مرکز زبان کی برتری ثابت نہیں کی جاسکتی۔ حقیقت یہ کہ زبان کو درست دینے اور اعلیٰ سطح کے ملنے والے الفاظ و ترکیب کا استعمال، زبان میں تلاش خواش شک و اختیار کے ذریعے زبان کی دیار بندی میں کھنڈ کا جو حصہ ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح زبان و بیان، عروض و قافی، صرف نحو، اصحاح سخن اور نئے ترکیب الفاظ پر چھٹے بڑے مختلف اہم شاعر اور ادیب اہل زبان و غیر اہل زبان حضرات کے مابین کافی بحث و مباحثے اور معرکے ہوئے جن معرکوں میں علم و تہذیب کا ایک معیار برقرار رہا ان سے اردو زبان کو ناما فائدہ پہنچا اور جس میں ادب و تہذیب دونوں کا دائرہ چھوٹ گیا۔ ان سے فائدے سے زیادہ سوال کا سامنا بہم پہنچا اگرچہ ادبی معرکوں کے محرکات ملک ملک تھے۔ کہیں تشکیل زبان کا مسئلہ تھا۔ کہیں تعمیر و توسیع زبان کے ساتھ سلیقہ شاعرانہ اور فنکاری پر زور تھا۔ کہیں لسانی خود مختاری اور مرکزیت زبان پر اختیار کا معاملہ تھا۔ کہیں ذاتی وقار، انتہائی جذبے، اور استادانہ مہبت کے تحفظ کی بات تھی۔ مگر اس سے یہ ہو کہ اصل عمر یہ حقیقت نظر اور تنقیدی شعور ابھرا۔ زبان و بیان میں منافی آئی۔ اور نئے الفاظ و ترکیب مضامین اور تصانیف سے اردو شعور ادب کا دامن نکلا۔

ڈاکٹر یعقوب عسکری نے صحیح کھاتے کر

ان معرکوں کا ایک جہانک پہلو یہ ہے ان میں عملی تنقید کے ابتدائی نمونے مل جاتے ہیں۔ جو نظم و نثر دونوں میں ہیں اور کافی وسیع ہیں۔ مثال کے طور پر سقوتانے تیر تھی رشید گمکے ایک نظم کی قائم پانچ پورن کی ایک نزل کی اور مرزا قاسم مکیوں کے بعض اشعار کی نہایت دلکش عملی تنقید کی ہے۔ انشا اور محقق نے ایک دوسرے کی نزلوں پر منظوم تنقید کی ہے۔  
 ۱۔ کے عہد میں شاعرانے تو باقاعدہ ایک کتاب (انتخاب فنون) کے نام سے تحریر  
 میں کھنڈ کے مشاہیر شعرا کے مہذبہ حیدر کا کام کا مالک کیا تھا اور اس کے جواب  
 مرا کی حمایت کرتے ہوئے مولوی آغا علی نے ایک رسالہ "تریدہ ایالات" لکھا  
 اور تنقید آج جن منزلوں میں ہے۔ ان کو پیش نظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ  
 اس کی تنقید اور عملی تنقید نقد ادب کے ابتدائی نقوش تھے اور بیہوش اردو  
 تنقید کے بہت سی ابواب کا مواد انہیں معرکوں اور تذکرہوں سے

میر اور سوا کے عہد سے پہلے صرف لوگ نائیوں اور مرد و غیرہ کی گرفت تھی شہید  
 نہیں تھی مگر میر و سوا کے زمانے میں مرد کرنے والے اور قدامت کا کوں کے خوف سے گھبرانے اور بھا  
 ہنسنے لگے۔ سوا کی نسبت اور تیز گرفت نے اندر سے کاشمیری اور فخر علی چیمہ لوگوں کو پریشان  
 کر دیا۔ انٹ اور مصطفیٰ کے معرکوں نے اس رو کو اور تیز کیا۔ ان کے عہد میں لغات ہندی زبان وانی اور مرد  
 و توانی کے علم کی واقعیت ہی نہیں مہارت کی مزدورت محسوس ہو رہی تھی۔ ان زبان سوز زبان وانی کا سند  
 بھی ہدف بنا۔ ان معرکوں آرائیوں کے رد عمل کے طور پر بعض ضابطوں کو نظر انداز کر کے انٹ نے کچھ تجربے  
 کیے۔ انھوں نے فارسی ترکیب و طبعیات کے بجائے ہندی لغات ترکیب و طبعیات کو ادبی زبان میں سونے  
 کی کوشش کی۔ ان کی بہت سی نثریں اور بختی کے نمونوں میں یہ رہیں نظر آتا ہے۔ جرات نے نواں بھروس  
 جو محسوس کیا وہ بھی اس کی دلیل ہے۔ ذوق اور شاہ نصیر کے سوا کے یں شامری کے نئے اسکاٹ پر بحث ہوئی  
 اور یہ من مناقشوں کے روشن پہلو تھے۔

# کتابیات

- ۱ - میزبان سخن (تفصیل نکات سخن) از علامہ اخلاق دہلوی کتب خانہ انجمن ترقی اردو دہلی جمع پنجم جون ۱۹۳۸ء
- ۲ - زبان و لغت از ڈاکٹر ابو محمد سمر مکتبہ ادب ۳۹ مالویہ ٹرگر بھوپال جمع ہوائی ۱۹۳۸ء
- ۳ - زبان اور قواعد از رشید حسن ندی، ترقی اردو بورڈ دہلی وزارت تعلیم دہلی سید حکومت ہند نئی دہلی جمع اول اگست ۱۹۳۸ء
- ۴ - تفسیر اشعار (اصلاح دینی تاکلیف نام) از مولوی رفیع احمد صاحب نظامی پریس بھوپال بار اول ۱۹۳۸ء
- ۵ - ادبی اصول بھوپال از حنیف از حمل دامت کتب خانہ انجمن ترقی اردو جامع مسجد دہلی بار اول ۱۹۳۸ء
- ۶ - مقامات از خورشید گھنوی اثر پردیش اردو اکادمی گھنوی ۱۹۳۸ء
- ۷ - دہلی میں اردو شاعری کا تہذیبی پس منظر از ڈاکٹر محمد حسن ادارہ تصنیف علی گڑھ بار اول ۱۹۳۸ء
- ۸ - چھان بین از اثر گھنوی دانش گاہ اہل لکھنؤ پاک گھنوی جمع اول مئی ۱۹۳۸ء مجید سرگز از پریس گھنوی
- ۹ - شعر ہند از مولانا عبد السلام ندوی مکتبہ معارف علی گڑھ جمع پہلے ۱۹۳۸ء
- ۱۰ - مہاراجا صاحب مکتبہ عربیہ اسلامیہ علی گڑھ ۱۹۳۸ء
- ۱۱ - توسیع میدان - - - - -
- ۱۲ - نقوش سیمائی، از سید سلیمان ندوی، مطبوعہ معارف پریس علی گڑھ طبع اول ۱۹۳۸ء
- ۱۳ - نقوش قلعہ بکریہ مکتبہ نمبر چھ دوم مرتبہ محمد فیصل -
- ۱۴ - دہلی مکتبہ نمبر چھ دوم مرتبہ محمد فیصل ۱۹۳۸ء
- ۱۵ - دہلی مکتبہ نمبر چھ دوم مرتبہ محمد فیصل اپریل ۱۹۳۸ء
- ۱۶ - نمایاں پکبست گھنوی، انڈین پریس لیمیٹڈ لاہور ۱۹۳۸ء
- ۱۷ - دو کھادی معرکہ از ڈاکٹر محمد یعقوب عامر ترقی اردو بورڈ دہلی جمع ہوائی ۱۹۳۸ء
- ۱۸ - اہانت سلیم، از مولوی محمد عبد القادر سلیم کتابت علی گڑھ ۱۹۳۸ء
- ۱۹ - خان مرتضیٰ رفیق تارہ ہندی لکھنؤ پبلشرز لاہور اردو گھنوی



- ۲۱ - انتخاب مصنفین شہابی - مرتبہ شہید حسن خاں غازی دہلی مسی ۱۹۱۱ء
- ۲۲ - انجیاء - از مولانا محمد حسین آزاد، چلچلک ہاوس دہلی ۱۹۱۱ء
- ۲۳ - جموں خضر منیس و تنقید از خضر اللہ لوی اقدارکن بہار کلکتہ ۱۹۱۱ء
- ۲۴ - انشا سے وحشت تک از سید عظیم الرحمن اسماعیل بکڈ پوکٹ ما دہر ۱۹۱۱ء
- ۲۵ - ادب مع ایضاح - از شوق نبوی، از پردیش اردو اکادمی کلکتہ ۱۹۱۱ء
- ۲۶ - عباس رنگیں - مرتبہ سید محمود حسن رضوی ادیب انکلی پرپس کلکتہ اول جولائی ۱۹۱۱ء
- ۲۷ - کھنوی کی زبان از محمد بخش کھنوی صاحبہ بکڈ پوکٹ ما دہلی ۱۹۱۱ء
- ۲۸ - قلام اردو از سید انور حسین از پردیش اردو اکادمی کلکتہ ۱۹۱۱ء
- ۲۹ - نکات سخن منہ خیر مہلی از قلمی پرپس واقع مہدی با طبع شہر ۱۹۱۱ء
- ۳۰ - چہیت اور باقیات چہیت کا لیلی اس گپتار حق، ولایت علی کشیز ہی ۱۹۱۱ء
- ۳۱ - مقامات چہیت مرتبہ کالی داس گپتا، رول پری کشیز ہی جلدی ۱۹۱۲ء
- ۳۲ - ولی سے اقبال تک از ڈاکٹر سید عبدالرشید جمی بکڈ پوکٹ ما دہلی ۱۹۱۲ء
- ۳۳ - مشاعرہ سخن از مصطفیٰ درزاچہری، بیس عبد الرشید اینڈ برادرز تاجران کتب و انکسار سلطان باراقلی ۱۹۱۲ء
- ۳۴ - انشائے خضر منیس از ڈاکٹر صاحبہ پیشادوی از پردیش اردو اکادمی کلکتہ ۱۹۱۲ء
- ۳۵ - منشورات از پندت برج موہن داس تریہ کئی مرتبہ ڈاکٹر گوپی ہندو ننگ، انجمن ترقی اردو دہلی ۱۹۱۲ء
- ۳۶ - تذکرہ جموں خضر منیس اول از منیر بھگوا، مطبوعہ نوادہ خوار، آراء طبع نول ۱۹۱۲ء
- ۳۷ - شعر الہند حصہ دوم از مولانا ذمہ، عبد السلام ندوی مطبع سادات انکلی با طبع چہارم ۱۹۱۲ء
- ۳۸ - ستارہ خاندان خضر منیس قادری، بخشش زبان گردان تاجر کتب اگر طبع سوم ۱۹۱۲ء
- ۳۹ - رشخ نصیب اردو از نام بابو سیکر سربہ محمد مسکری بی۔ لے مطبع منتقیمی کہ کلکتہ ۱۹۱۲ء
- ۴۰ - نیر منی از کلب علی خاں محمد مرتبہ ڈاکٹر منشا لاشہ نظرناشر مرتب بیت الابصاحہ سرینہ سوڈ  
سرینہ نگر علی گڑھ ۱۹۱۲ء
- ۴۱ - ہنگ از نواب بہتر علی خاں انشر کھنوی، سر فرائد زوی پرپس کلکتہ طبع اول جولائی ۱۹۱۲ء
- ۴۲ - بافتات از نواب حسن منیر کا کھنوی جلال بنیر چہار کھنوی بد اول نومبر ۱۹۱۲ء

- ۴۳۔ ستر مرتبہ دہر سورتی۔  
 ۴۵۔ وقی گجراتی از دگر طہیر الدین مدنی۔  
 ۴۶۔ طہات الشعر و شمولہ تین تذکرے مرتبہ نثار احمد فاروقی سببہ برائے اردو بازار دہلی۔  
 ۴۷۔ تاریخ ادب اردو و بعد اول از دگر جمیل جامی ایجوکیشنل پیشنگ ہوس دہلی۔  
 ۴۸۔ دلی کا دبستان شاعری از دگر نور الحسن ہاشمی۔  
 ۴۹۔ خطبات گو۔ رال قاسمی، مطبوعہ انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی۔  
 ۵۰۔ حقائق از دگر گیان چند جین جون، ۱۹۶۹ء۔